وقد اخذ میثاقکم ان کنتم مؤمنین

ماھنامہ

میثاق

لاھور

مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی لاہور

مدیر مسئول: ڈاکٹر اسرار احمد

مقام اشاعت:
۳۶-کے ماڈل ٹاؤن - لاہور

فون :- ۸۵۲۶۸۳ — ۸۵۲۶۱۱

ملکی صنعت قوم کی خدمت ہے
اور
قومی خدمت ایک عبادت ہے

سروس انڈسٹریز

اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے سال ہا سال سے
اِس خدمت میں مصروف ہے

Servis

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

ماهنامہ

میثاق

لاہور

جلد: ۳۲ | شمارہ: ۱ | ربیع الاول ۱۴۰۳ھ مطابق جنوری ۱۹۸۳ء

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرتعاون
۳۰/ روپے
قیمت فی شمارہ
۳ روپے

ناشر
ڈاکٹر اسرار احمد

طابع
چودھری رشید احمد

مطبع
مکتبہ جدید شارع فاطمہ جناح لاہور

مشمولات

○ عرض احوال ——— ۳
جمیل الرحمٰن

○ اُسوۂ حسنہ کا صحیح تصوّر (۲) ——— ۱۱
سُورۂ احزاب رکوع ۳ کا درس
ڈاکٹر اسرار احمد

○ درسِ حدیث ——— ۳۱
ایمان اور استقامت
مولانا سید وصی مظہر ندوی

○ غرور الغرور ——— ۳۷
محمد یونس جنجوعہ

○ ابوالکلامیات ——— ۴۷
اختلافِ الوان اور قرآن حکیم
مولانا ابوالکلام آزاد

○ امریکہ و کناڈا میں ایک چلّہ (آخری قسط) ۵۹
قاضی عبدالقادر

○ افکار و آراء ——— ۶۹

○ تبصرۂ کتب ——— ۷۵

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (حدیثِ نبوی)

(تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن کا علم حاصل کریں اور اس کے علم کو دوسروں تک پہنچائیں)

نشر القرآن کیسٹ سیریز

ڈاکٹر اسرار احمد

امیر تنظیمِ اسلامی

کے

دروسِ قرآن

اور

خطاباتِ عام

نشر القرآن کیسٹ سیریز

تنظیمِ اسلامی

۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۱۴

فون :- ۸۵۲۶۱۱

جمیل الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

بفضلہٖ تعالیٰ سُبحانہٗ، ماہنامہ میثاق، کی بتیسویں جلد کا پہلا شمارہ بابت ماہ ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ مطابق جنوری ۱۹۸۳ء قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ ہم بارگاہ ربّ العزّت کے شکر گزار ہیں کہ ۱۹۸۲ء کے پورے سال میں پابندی کے ساتھ "میثاق" کے بارہ شمارے شائع ہوئے جن میں ماہ مئی ۸۲ء کا شمارہ "اشاعت خصوصی" کے طور پر دو سو صفحات پر مشتمل تھا اور یہ شمارہ مستقل سالانہ معاونین کی خدمت میں کسی اضافی قیمت یا کسی شمارے کی کمی کے بغیر پیش کیا گیا تھا۔ اب الحمد للہ میثاق کی اشاعت کے نظم پر قابو پا لیا گیا ہے اور اللہ نے چاہا تو سال رواں میں بھی 'میثاق' قارئین کو ہر ماہ پابندی سے ملتا رہے گا۔

گذشتہ سال یعنی ۸۲ء میں بحمد اللہ وعونہٖ میثاق کی اشاعت میں بھی بتدریج اضافہ ہوا ہے۔ ۸۲ء کے مقابلے میں موجودہ تعداد اشاعت سہ گنا ہو چکی ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ تعدادِ اشاعت کے لحاظ سے پاکستان میں شائع ہونے والے دینی پرچوں میں میثاق کو تیسری پوزیشن حاصل ہو گئی ہے۔ اگر ہمارے قارئین اور رفقاء تنظیم ہمت کریں اور اپنے حلقۂ احباب و اثر میں 'میثاق' کو متعارف کرانے کی پیہم سعی جاری رکھیں تو ان شاء اللہ امسال اس کی اشاعت موجودہ اشاعت سے دو گنی ہو سکتی ہے۔ یہ معاونت اللہ نے چاہا تو تعاون علی البر شمار ہو گی۔ چونکہ میثاق کوئی کاروباری پرچہ نہیں ہے بلکہ دعوت اسلامی کا نقیب اور تنظیم اسلامی کا ترجمان ہے۔ اس رسالے کے اجراء کی غرض وغایت کی وضاحت ٹائیٹل کور پر وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ' اور اندرونی پہلے صفحہ پر "وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَمِیْثَاقَہُ الَّذِیْ وَاثَقَکُمْ بِہٖٓ اِذْ قُلْتُمْ

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کے فرمودات الٰہی کے حوالے سے بیان کر دی گئی ہے۔ گویا کہ ماہنامہ میثاق درحقیقت اس میثاق وعہد کی تذکیر و تجدید اور ایفاء کی دعوت کا علمبردار ہے جو ایک بندے کا اس کے رب اور اس کے مابین قرار پا چکا ہے۔

یہ عہد و پیمان اور یہ میثاق مختلف مراحل و مدارج سے گزرا ہے۔ سب سے پہلا میثاق عالم ارواح میں بیک وقت تمام انسانی ارواح سے لیا گیا۔ اس عہد میثاق سے کوئی فرد بشر مستثنیٰ نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس عہد کا سورۂ الاعراف کی آیت ۱۷۲ میں بایں الفاظ مبارکہ ذکر فرمایا گیا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا ج

اسی کو ہمارے دین میں عہد الست یا میثاق الست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ گویا یہ عہد ہر انسان کی فطرت و جبلت میں مخفی اور مستور ہے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ عہد ہر انسان کے تحت الشعور میں موجود ہے۔

پھر جب پہلے انسانی جوڑے آدمؑ و حواء کا ہبوط ارضی ہوا تو اس کو آگاہ کر دیا گیا کہ اس دنیا میں جہاں تم کو بحیثیت خلیفۃ اللہ بھیجا جا رہا ہے وہاں اس عہد الست کو وفا کرنے کے لئے تمہارے لئے ہدایت تمہارے رب کی طرف سے بواسطۂ انبیاء و رسل بھیجی جاتے گی۔ تم میں سے جو لوگ اس ہدایت پر عمل پیرا ہوں گے ان کے لئے خوف و رنج کا کوئی موقع نہیں ہو گا یعنی ان کی پھر اسی جنت میں مراجعت ہو گی، جس سے انکا ہبوط ہو رہا ہے اور جو لوگ اس ہدایت سے روگردانی کریں گے، اس کی تکفیر و تکذیب کریں گے تو ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا — اس ضمن میں چند آیات بطور حوالہ پیش کی جاتی ہیں — سورۂ بقرہ کی آیات نمبر ۳۸ - ۳۹ میں فرمایا: قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ یہی ہدایت سورۂ اعراف کی آیات ۳۵ - ۳۶ میں ایک دوسرے اسلوب سے یوں دی گئی: یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ ... وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ان آیات سے یہ بات قطعی طور پر مبرہن ہو جاتی ہے کہ بعثتِ انبیاء و رسل اور انزالِ کتبِ سماوی کی ایک اہم غایت یہ ہے کہ یہ حضراتِ قدسیہ اللہ کی ہدایت نوعِ انسانی تک پہنچائیں اور ان کو اپنے عہدِ الست کی تجدید و ایفاء کی دعوت دیں - جو لوگ اس مقدس جماعت کی دعوت کر لیتے اور ان پر ایمان لے آتے ہیں وہ لوگ گویا اسی عہدِ الست کی تجدید و توثیق کرتے ہیں اور اس ایمان و تصدیق کی بدولت شعوری طور پر نئے سرے سے عبادتِ رب کے میثاق کے پابند ہو جاتے ہیں - ان پر لازم، واجب اور فرض ہو جاتا ہے کہ اس عہد و پیمان اور میثاق کی پابندی اور اس کا ایفاء کریں۔ سورہ مائدہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں سے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اور سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر فرمایا گیا: وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ -

---

ہمارے رسول سید ولدِ آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور آخر الرسل ہیں آپؐ کی ذاتِ قدسی پر نبوت کا اختتام اور رسالت کا اتمام و اکمال ہوا ہے۔ چنانچہ اب تا قیامِ قیامت آں حضورؐ ہی کا دورِ رسالت جاری و ساری ہے - اس کی صحیح ترین تعبیر یہ ہو گی کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ہمیشہ ہمیش کیلئے ختم ہوئی اور آپؐ کی ذاتِ مبارکہ پر رسالت اکمل و اتم ہو کر دائم ہو گئی اور کارِ رسالت کی انجام دہی کی ذمہ داری بحیثیت مجموعی اُمّتِ محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو تفویض ہوئی۔ اب اُمّت کو تا قیامِ قیامت نوعِ انسانی کو نبی اکرمؐ کی لائی ہوئی دعوت، پیغام اور ہدایت پہنچانی ہے گویا اب حضورؐ کا ہر امتی آں حضرتؐ کے امتی کی حیثیت سے آپؐ کی طرف سے اس فرض کی انجام دہی پر مامور ہے کہ اسلام کی دعوت، پیغام اور ہدایت نوعِ انسانی تک پہنچائے - بفحوائے آیاتِ قرآنیہ :

- كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ -

و وَكَذَالِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا -
و يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ

اور بعنوانِ فرمودات نبویہ ؐ

و جِئْتُ نَخْتَمْتُ الْاَنْبِيَاءَ
و فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ
و بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰيَةً"

اس مضمون سے متعلق متعدد آیات الہیہ اور فرمودات نبوّیہ میں سے چند بطور استدلال و استشہاد یہاں پیش کی گئی ہیں ـــ ان تعلیمات کی روشنی میں ایک تعبیر یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ نبی اکرمؐ کا ہر اُمتّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مقرر کردہ رسول (پیغامبر) ہے ـــ اس بات کو حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس قول سے بھی سمجھا جاسکتا ہے جو آں جنابؓ نے جنگ قادسیہ سے قبل رستم سپہ سالار افواج ایران کے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ تم ہم پر کیوں چڑھائی کر کے آتے ہو ـ پہلے بھی عرب بدو آتے تھے اور لوٹ مار کر چلے جاتے تھے۔ لیکن اب تو تمہارا آنا بالکل دوسری نوعیت کا ہے! آخر معاملہ اور مدعا کیا ہے!" جواب میں حضرت سعدؓ نے فرمایا :

اِنَّا قَدْ اُرْسِلْنَا لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنْ ظُلُمَاتِ الْجَهَالَةِ اِلٰى
نُوْرِ الْاِيْمَانِ وَمِنْ جَوْرِ الْمُلُوْكِ اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَامِ -

حضرت سعدؓ کے اس جواب میں "اِنَّا قَدْ اُرْسِلْنَا ـــ " بلاشبہ ہم بھیجے گئے ہیں" کے الفاظ مدرجہ لائق توجہ اور قابلِ غور ہیں - اَرْسَلَ یُرْسِلُ سے رسول، مرسل کا ہم معنی ہیں اسم مفعول ہے ـ گویا امت کا ہر فرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مامور کردہ رسول ہے ـ

جن حضرات گرامی کو صحابیت کا شرف حاصل ہوا اور جنہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا اور کلمہ شہادت یعنی اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً رسول اللّٰہ قبول اور ادا کیا انہوں نے درحقیقت عبادت رب

کے لیے عہدِ الست کی تجدید کی اور وہ شعوری طور پر نئے سرے سے ایک میثاق کے پابند ہو گئے — اب ان کی نسل پیدائشی طور پر اس عہد و میثاق کی پابند اور امتِ محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں شامل ہو جاتی ہے جیسے ہر پاکستانی کی اولاد By born پاکستانی ہوتی ہے ۔ اسی طرح غیر مسلموں میں سے جو لوگ اس دعوت پر لبیک کہتے اور اس عہد و میثاق کو قبول کرتے ہیں وہ امتِ مسلمہ کے فرد بن جاتے ہیں اور اسی میثاق کے پابند ہو جاتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے اسی میثاق اور عہد و پیمان کی تجدید و تذکیر کے لئے عباداتِ مفروضہ کا ایک نظام امت کو عطا فرمایا ہے ۔ جس کے ذریعہ مختلف طرق اور اسلوب سے ایک بندۂ مومن اس میثاق و عہد کی تجدید کرتا ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی بغیر کسی استثناء اور تحفظ کے عبادتِ رب کے تقاضوں اور مطالبوں کے مطابق بسر کرے گا ۔ اس کی سب سے واضح اور نمایاں دلیل دن میں پنج وقتہ نمازوں کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کی قرأت ہے جس کے ذریعے ہر بندۂ مومن اس عہد کی تجدید کرتا ہے کہ : اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔

بدقسمتی سے مرورِ زمانہ اور مختلف اسباب و علل کے باعث اُمت بحیثیت اُمت اس فرضِ منصبی کو بھلا بیٹھی ہے جو بندگانِ رب اور اُمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتا ہے — اس میثاق و عہد کے حقیقی مطالبات، مقتضیات اور مضمرات نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں ۔ اِلاَّ مَا شَاءَ اللہ ۔

ماہنامہ میثاق کا اجراء اور تنظیم اسلامی کا قیام درحقیقت اس مقصد کے لئے عمل میں آیا ہے کہ مقدور بھر مسلمانوں کو اس 'میثاق' کو یاد دلائے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی دعوت دے اور جو لوگ اس کو شعوری طور پر قبول کرلیں وہ سمع و طاعت کے ٹھیٹھ اسلامی طریق کو اختیار کر کے اسی کے داعی بن کر اپنی جدوجہد کا اوّلین ہدف اس کام کو بنائیں کہ ع

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے۔

دُنیا میں اللہ ہی کا کلمہ بلند ہو اور بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس طرح کائنات میں اللہ کی تکوینی حکومت و بادشاہت قائم و نافذ اور جاری وساری ہے ۔ اسی طرح اس دنیا کے عالمِ تشریعی میں بھی اللہ ہی کے احکام کو بالادستی حاصل

ہو اور اس کا حکم اور آئین و قانون ہی دنیا کا نظامِ حیات قرار پائے ۔

'میثاق' کے نومبر ۸۲ء کے شمارے میں سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۱ کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطاب "ہماری دینی ذمہ داریاں: اسوۂ حسنہ کی روشنی میں" کے عنوان سے نیز دسمبر ۸۲ء کے شمارے میں اس سورہ مبارکہ کے تیسرے رکوع کے درس کی پہلی قسط شائع ہوئی تھی دوسری قسط جس میں اس رکوع کا درس مکمل ہو جاتا ہے، اس شمارے میں شامل ہے ۔

بفضلہٖ تعالیٰ یہ خطاب اور درس میثاق کے حلقے میں نہایت پسند کیا گیا خاص طور پر 'خطاب' کے متعلق ہمارے اکثر بہی خواہ حضرات نے یہ مشورہ دیا ہے کہ اس خطاب کو کثیر تعداد میں طبع کرا کے حدِ امکان تک پھیلایا جائے ۔ ویسے ہمارے پروگرام میں یہ بات شامل ہے کہ اللہ نے چاہا تو جلد ہی مکتبہ تنظیم اسلامی کی جانب سے یہ خطاب اور تیسرے رکوع کا درس یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے گا ۔

سابقہ شمارے میں افکار و آراء کے عنوان کے تحت شائع ہونے والی روزنامہ الفلاح پشاور کی ایک خبر پر ادارہ کی طرف سے نوٹ لکھا گیا تھا کہ اس خبر میں ڈاکٹر صاحب کی ٹیلی ویژن پر جس تقریر کے ٹیلی کاسٹ کرنے کی خبر شائع ہوئی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا کوئی سابقہ پروگرام قندِ مکرر کے طور پر دوبارہ نشر کیا گیا ہے ۔ یہ نوٹ لکھتے وقت ڈاکٹر صاحب موصوف ایک دعوتی دورے پر لاہور سے باہر گئے ہوئے تھے لہٰذا ان سے تصدیق کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا ۔ بعد میں تحقیق کے نتیجے میں معلوم ہوا کہ آج سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل پاکستان ٹیلی ویژن نے تعلیمی پروگرام (EPTV) کے تحت ڈاکٹر صاحب کی دو تقاریر ریکارڈ کی تھیں ۔ ان ہی میں سے ایک تقریر نشر کی گئی تھی ۔ اس معاملہ میں اربابِ ٹی وی نے زیادتی یہ کی ہے کہ ریکارڈنگ کے وقت تو حاضرین و سامعین موجود ہی نہیں تھے ۔ لیکن اس تقریر کو ٹیلی کاسٹ کرنے سے قبل آڈیٹنگ اس طرح کی گئی کہ اس نشریئے میں حاضرین بھی دکھائے گئے جن میں بلانقاب خواتین بھی شامل تھیں حالانکہ یہ بات اخبارات کے ذریعے الم

تشریح ہو چکی ہے کہ "الہُدیٰ" کے آغاز ہی میں ڈاکٹر صاحب نے اپنا یہ موقف واضح کر دیا تھا کہ اس پروگرام میں خواتین کی شرکت وہ صرف اس صورت میں منظور کریں گے کہ وہ باقاعدہ نقاب میں ہوں اور مخلوط نشستوں کے بجائے انکو علیحدہ بٹھایا جائے - جس پر ٹی وی کے اربابِ حل وعقد نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ نقاب کے ساتھ اور علیحدہ خواتین کی شرکت سے تو بہتر یہی رہے گا کہ ان کو حاضرین میں شامل ہی نہ کیا جائے - چنانچہ جب تک "الہُدیٰ" جاری رہا، اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا - لیکن ٹی وی کے اربابِ اختیار نے EPTV کے تحت ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے ساتھ مرد و خواتین کے مخلوط ناظرین کو اڈیٹنگ کے ذریعے شامل کر کے دانستہ یا نادانستہ ڈاکٹر صاحب کے موقف کو مجروح کرنے کی ایک مذموم حرکت کی ہے - اس ضمن میں قارئین میثاق کو اصل صورت واقعہ سے باخبر اور ٹی وی والوں سے احتجاج کرنے کے مقصد کے پیشِ نظر یہ سطور لکھی گئی ہیں -

---

نومبر میں ایک عشرے کے لئے جو اقامتی تربیت اور عوامی دروس قرآن کا جو پروگرام روبعمل آیا تھا اس کی اجمالی روداد سابقہ میثاق میں پیش کی جا چکی ہے - اس پروگرام کے سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف روزانہ تقریباً سوا دو گھنٹے تک دس روز تک درسِ قرآن میں مشغول رہے اور پانچ دنوں تک اجتماعی مطالعہ کے ضمن میں روزانہ ڈھائی تین گھنٹے توضیحات کے ضمن میں خطاب کرتے رہے - اس مشقت کی وجہ سے ان کے گلے پر جو اثرات مترتب ہوئے ہوں گے جو تکان ان پر طاری ہوئی ہو گی اسکا اندازہ قارئین کرام خود لگا سکتے ہیں - لیکن اس کے بجائے کہ اس شدید مشقت کے بعد ڈاکٹر صاحب آرام فرماتے وہ ۱۲ / نومبر کی شب ہی کو ٹرین سے ایک دعوتی دورے پر تشریف لے گئے - اس دورے کے دوران موصوف نے ۲۳ / نومبر کو ایک کثیر اجتماع میں صادق آباد میں درس قرآن دیا - ۲۴ / نومبر کو حیدرآباد کے ایک بڑے جلسۂ عام میں "علامہ اقبال اور قرآن حکیم" کے موضوع پر خطاب کیا - پھر ۲۵ / نومبر کو میرپور خاص تشریف لے گئے جہاں ضلع تھرپارکر کے سو سالہ جشن کے سلسلہ میں جو ایک اجلاس سیرت مطہرہ کے بیان کے لئے مختص کیا گیا تھا، ڈاکٹر

صاحب نے اس اجلاس میں تقریباً دو گھنٹے سیرت مطہرہ کے موضوع پر تقریر کی — ۲۶ر نومبر کو لاہور واپسی ہوئی تو عالم یہ تھا کہ گلا جواب دے چکا تھا اور ۱۰۲ ڈگری کا بخار تھا۔ ضرورت تو اس امر کی متقاضی تھی کہ ڈاکٹر صاحب کم از کم ایک ہفتہ مکمل آرام کرتے لیکن چونکہ ان کے قلب و ذہن پر سورہ رحمٰن کی ابتدائی چار آیات اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ۝ کا اتنا گہرا نقش ثبت ہے کہ انہوں نے اپنے اوقات کار کو قرآن کے بیان کے لئے ہی وقف کر رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ مشکل سے دو تین دن کے آرام کے بعد ڈاکٹر صاحب کی پھر وہی مصروفیات شروع ہو گئیں اور اب ۱۹ دسمبر سے ۳۰ر دسمبر تک کے لئے ڈاکٹر صاحب پھر دعوتی دورے پر کراچی تشریف لے گئے ہیں جہاں ایک ایک دن میں کئی پروگرام رکھے گئے ہیں۔ ۳۰ دسمبر کو شجاع آباد میں تقریر ہے اور پھر ۳۱ر دسمبر کو لاہور مراجعت۔ جہاں آتے ہی خطاب جمعہ سے ڈاکٹر صاحب کی لاہور کی مصروفیات کی تجدید ہو جائے گی۔

ڈاکٹر صاحب کی درس قرآن اور خطابات کی کثرت کو دیکھتے ہوئے ۷۶ء میں ہمارے ایک کرم فرما نے ڈاکٹر صاحب سے کہا تھا کہ

"You are burning the candle with both ends."

"آپ تو موم بتی کو دونوں سروں سے جلا رہے ہیں"

لیکن ڈاکٹر صاحب کی موجودہ مصروفیات کو دیکھتے ہوئے راقم اس میں یہ اضافہ کرنا چاہے گا کہ گویا اب تو ڈاکٹر صاحب نے موم بتی کو درمیان سے بھی جلانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ بہرحال اللہ کے دین اور اس کی کتاب کی طرف دعوت دینے کے لئے اس طرح زندگی کھپا دینا ایک بہت بڑی سعادت ہے اور ایسے خوش نصیب حضرات کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن کی طرف بلانے والوں کے لئے یہ بشارت موجود ہے۔

"ومن دعا الیہ فقد ھُدی الیٰ صراطٍ مستقیم۔"

اُسوۂ حسنہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

سورۃ الاحزاب کے تیسرے رکوع کا درس

مدرس : ڈاکٹر اسرار احمد

(دوسری اور آخری قسط)

ان مؤمنینِ صادقین کی اس استقامت و مصابرت کا جو نتیجہ نکلا اس کو اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے ۔ فرمایا: لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ ۔ یہاں لام ' لام عاقبت ہے یعنی کسی کام کا جو نتیجہ نکلتا ہے ' اسے بیان کیا جا رہا ہے ۔ میں نے اس صورت حال کے متعلق آپ کو بتایا تھا کہ یہ کڑا امتحان اس لئے لیا گیا تھا کہ جدا کر کے اور نمایاں کر کے دکھا دیا جائے کہ کون لوگ مؤمنین صادقین ہیں؟ کون لوگ ضعفِ ایمان میں مبتلا ہیں اور کون لوگ منافقین ہیں۔ یہی تو تمیز کرنی تھی اور یہ تمیز اس لئے تھی کہ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ ۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ ہمارے دین میں صدق کا کیا مقام اور کیا رتبہ اور مرتبہ ہے ۔ اس کی اہمیت ہمارے منتخب نصاب کے آیت بِرّ میں نیکوکار بندوں کے متعدد اوصاف بیان کر کے آخر میں فرمایا گیا کہ

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝	"حقیقی نیکوکار تو وہ لوگ ہیں جو تنگی اور مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کرنے والے ہوں ۔ اور یہی لوگ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں اور یہی لوگ درحقیقت متقی ہیں ۔"

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۹ میں فرمایا :

يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝	"اے اہل ایمان ! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں میں شامل ہو جاؤ"

صدیقین کے اوصاف میں سے چوٹی کے دو اوصاف یہ ہیں کہ وہ ہر حال میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والے اور مصیبت و ابتلاء میں اور میدان قتال و وغا میں استقامت و مصابرت کا مظاہرہ کرنے والے ہوتے ہیں ۔ اسی لئے سورہ النساء کی آیت نمبر ۶۹ میں منعم علیہم کی فہرست

میں نبیین کے بعد صدیقین ہی کا رتبہ اور مقام بیان کیا گیا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ۔ اس صدق کی بنیاد یہی ہے کہ قول میں سچے ہوں، وعدوں میں سچے ہوں، عمل میں سچے ہوں ـــــ اگر راست گفتاری نہیں ہے، راست بازی نہیں ہے، راست کرداری نہیں ہے تو نہ تقویٰ ہے اور نہ نیکی ہے۔ اس کے بغیر دین کا ڈھانچہ بے جان اور غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔ ایسا معاشرہ بے وقعت و بے روح ہوتا ہے۔ یہ اپنے پیروں پر کھڑا ہی نہیں ہو سکتا۔ ایسے معاشرے کے افراد صرف نمائشی پہلوان ہوتے ہیں جو نظر آتے ہیں لہٰذا ہمارے معاشرے میں بھی دین محض بطور نمائش شامل ہے، اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ معاشرہ صدق کی دولت سے تہی دامن اور تہی دست ہے۔ یہ پونجی اور یہ سرمایہ اس کے پاس سے نکل چکا ہے۔ اس پہلو سے وہ بالکل دیوالیہ ہو چکا ہے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔ کچھ لوگ ہوں گے جن کے پاس کچھ پونجی موجود ہو۔

حالانکہ ہمارے دین کا شدید ترین مطالبہ یہ ہے کہ جو کہہ رہے ہو اس کو عمل سے سچ کر دکھاؤ جو تمہارے اندر ہے، وہی باہر لاؤ۔ چنانچہ سورہ الصّٰفّٰت میں جو ہمارے منتخب نصاب میں شامل ہے دو ٹوک انداز میں فرمادیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○

"اے اہلِ ایمان! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ حرکت سخت ناپسندیدہ اور بیزار کن اور اس کے غضب کا باعث ہے کہ تم وہ بات کہو جس کے مطابق تمہارا عمل نہیں۔ اللہ کو تو وہ اہلِ ایمان محبوب ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر مقابلہ کرتے ہیں جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔"

یہ ہے دراصل صدق کی بنیاد ـــ صدق قول کا بھی ہے۔ صدق عمل کا بھی ہے۔ صدق انسان کی سیرت و کردار کا بھی ہے۔ صدق بوقت ضرورت اللہ کی راہ میں نقدِ جان کا نذرانہ پیش کرنا بھی ہے۔ اب ان آیات میں صدق کی اہمیت دیکھئے۔ فرمایا:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى

"اہلِ ایمان میں وہ باہمت لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو سچ

نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ

کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی اپنی باری کا منتظر ہے۔ (یہ اس لئے ہوا کہ اللہ مومنین صادقین کو ان کی سچائی کی جزا دے۔"

آگے فرمایا:

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

" اور منافقین کو اگر چاہے تو سزا دے یا اگر چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمادے اور ان کی توبہ قبول فرمالے۔ بے شک اللہ غفور اور رحیم ہے۔"

غزوۂ احزاب ۵ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ یہ زمانہ مدنی دور کا وسط ہے۔ منافقین کے باب میں آپ کو قرآن مجید میں یہ تدریج نظر آئے گی کہ شروع میں یعنی سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران میں لفظ نفاق آیا ہی نہیں۔ صرف اس نفاق کے مرض کی علامات ظاہر کی گئیں۔ سورہ النساء میں لفظ نفاق کے ساتھ سخت لہجہ اور اسلوب میں گفتگو شروع ہوتی ہے۔ یہاں یہ معاملہ ہے کہ منافقین کا کردار تو واضح طور پر بیان اور نمایاں کر دیا گیا۔ لیکن ان کے رویّے کے متعلق آخری فیصلہ ابھی نہیں سنایا گیا۔ تاکہ اگر کسی کے اندر اصلاح پذیری کا کوئی مادّہ اور رمق موجود ہے تو وہ اصلاح کر لے۔ کوئی اگر نفاق کی حالت سے لوٹ سکتا ہے، تو لوٹ آئے۔ کوئی اگر ایمانِ صادق کی طرف رجوع کر سکتا ہے تو کر لے۔ دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے۔ لیکن آگے جا کر آخری احکام اور فیصلے آئے ہیں جن میں سے ایک فیصلہ تو سورہ النساء میں شامل کیا گیا کہ: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ (آیت ۱۴۵) اور سورہ توبہ (براءۃ) میں جو ۹ھ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی جس میں مختلف مقامات پر مختلف اسالیب سے ان منافقین کی اصل حقیقت کھول کر یہ فیصلے صادر فرمادیئے گئے کہ:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ

" منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کے لئے اللہ نے آتشِ دوزخ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں

وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ○ (آیت ۶۸) گے۔ یہی ان کے لئے موزوں ٹھکانہ ہے۔ ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے قائم و دائم رہنے والا عذاب ہے "

آگے یہاں تک فرما دیا گیا کہ :

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (آیت نمبر ۸۰)

"اے نبیؐ! آپ خواہ ایسے لوگوں کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر آپؐ ستر بار بھی ان کو معاف کر دینے کی درخواست کریں گے تب بھی اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ فاسقوں کو راہ یاب نہیں فرماتا "

حضورؐ کا اپنا مزاج ہے۔ آپؐ رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی۔ لہٰذا آپ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستّر سے زیادہ استغفار کرنے سے ان کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں کرتا ـــــ نبی اکرمؐ کے اس قول کا کیا مطلب ہوا؟ یہ کہ یہاں ستّر سے مراد عدد یا ہندسہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک استعارہ ہے۔ یہاں ستّر کا لفظ کثرت کے لئے آیا ہے کہ اب ان کے لئے توبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ ان کو بار بار متوجہ کیا گیا، تقریباً دس سال بیت گئے۔ ان کو اصلاح کا پورا پورا موقع دیا گیا ـــــ اس مقام پر ہی دیکھ لیجئے کتنے پیارے انداز میں فرمایا گیا: وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○۔ مومنینِ صادقین کے لئے تو قطعیت کے ساتھ فرمایا گیا: لِيَجْزِىَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ لیکن منافقین کے لئے توبہ کرنے اور اپنے رویّے کی اصلاح کرنے کا موقع رکھا گیا اور ان کو مہلت دی گئی کہ ابھی ان کے بارے میں قطعیت کے ساتھ فیصلے کا وقت نہیں آیا ہے۔ ابھی ان کے لئے راستہ کھلا رکھا گیا ہے۔ چونکہ ان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ غفوریت اور رحمانیت کا بیان فرما دیا تاکہ منافقین بالکل مایوس نہ ہو جائیں۔ گویا کہ ان کو دعوت دی جا رہی ہے کہ آؤ۔ لوٹو اور رجوع کرو ے

باز آ بازآ آں ہرچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست! صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اب آگے چلئے۔ فرمایا: وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِغَیۡظِہِمۡ اور اللہ نے کفار کا منہ پھیر دیا۔ اور وہ اپنے دل کی جلن اور غصہ و غیظ لئے یونہی پلٹ گئے اور ان کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ لَمۡ یَنَالُوۡا خَیۡرًا۔ اب غور کیجئے کہ ان کفار کو کیا کیا حسرتیں ہوئی ہوں گی؟ کیسے کیسے ساز و سامان کے ساتھ اور کیسی کیسی سازشوں کے نتیجے میں اتنی مختلف سمتوں سے لشکروں کا ایک جگہ آکر جمع ہو جانا! اس کے لئے کیا کیا کھکیڑ مول لئے ہوں گے؟ کتنی سفارتی بھاگ دوڑ اور activity ہوئی ہوگی۔ کتنے ایلچی آئے اور گئے ہوں گے؟ کتنے پروگرام بنے ہوں گے؟ وہ کوئی ٹیلی کمیونیکیشن کا دور تو نہیں تھا۔ اس زمانے کے عرب میں اس حملے کی تیاری اور پروگرام بنانے کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلے گئے ہوں گے؟ ذرا ان کا تصور تو کیجئے! لیکن ان تمام کوششوں اور متحدہ محاذ کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنے خیمے اکھاڑ کر جانے پر مجبور ہو گئے تو دلوں میں غیظ و غضب کی جو آگ سلگ رہی تھی اس پر اللہ تعالیٰ تبصرہ فرما رہا ہے۔

وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِغَیۡظِہِمۡ لَمۡ یَنَالُوۡا خَیۡرًا ؕ — اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو ان کے غیظ و غضب سمیت لوٹا دیا، اب وہ اس میں سلگیں اور جلیں گویا ان کے دل آگ کی بھٹی بنا دیئے گئے — لَمۡ یَنَالُوۡا خَیۡرًا۔ وہ کوئی خیر نہ پا سکے۔ وہ کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ بغیر اس کے کہ اپنے مقاصد میں سے کچھ بھی انہیں ملا ہوتا، وہ ناکام و خاسر ہو کر لوٹا دیئے گئے — اسی آیت میں آگے فرمایا:

وَکَفَی اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الۡقِتَالَ ؕ "اور اللہ کافی ہو گیا اہلِ ایمان کی طرف سے قتال کے لئے"

قتال کا تو موقعہ ہی نہیں آیا۔ خندق میں کبھی کوئی کود آیا ہے اور مبارزت طلبی کے بعد داخل جہنم ہوا۔ باقی اللہ اللہ خیر صلّا! سیرتِ مطہرہ کی کتب میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے پوری کوشش کی تھی لیکن ان کی خندق میں لشکر اتارنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ چونکہ مسلمان تیر اندازوں نے اپنے تیروں کی بوچھاڑ سے ان کو ہزیمت پر مجبور کر دیا۔ لہٰذا اس غزوے میں دوبدو گھمسان کی جنگ جیسے بدر میں ہوئی اور اُحد میں ہوئی ایسی جنگ کا تو موقعہ ہی نہیں آیا۔ یہ جنگ تو اللہ نے مسلمانوں کے لئے جیت لی۔ اصل میں تو مسلمانوں کا امتحان مقصود تھا، وہ ہو گیا۔ دودھ اور پانی یعنی اہلِ ایمان اور اہلِ نفاق جُدا جُدا ہو کر نمایاں اور ممیّز ہو گئے۔ بس یہی مطلوب تھا۔ اب کفار کے لشکروں کے منہ

موڑنے کیلئے اللہ کافی ہو گیا ـــــ یہ آیت مبارکہ ہی پُرجلال و پُرہیبت اسلوب سے ختم ہوتی ہے کہ: وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ اس سے پہلے کی آیت میں درِ توبہ وا رکھا گیا تھا لہٰذا وہاں صفات کونسی آئیں ؟ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ یہاں اس امر کا ذکر ہوا کہ ان تمام احزاب کے لئے اللہ کافی ہو گیا تو یہاں اس مناسبت سے اللہ کی کونسی صفات آئیں ؟ قَوِيًّا عَزِيْزًا۔ آیات کے آخر میں بالعموم اللہ کی جو صفات یا اسماءِ حُسنیٰ آتے ہیں، ان کا مضمون سے گہرا ربط و تعلق ہوتا ہے۔ ان پر سے سرسری طور پر گذرنا نہیں چاہیئے۔ یہاں دو صفات کی وساطت سے بتایا جا رہا ہے کہ اللہ بڑی قوت والا اور زبردست اختیار و اقتدار رکھنے والا ہے ۔ اس کی ذات والا صفات فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ وہ جو چاہے کر گزرتا ہے۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ عرب کے مشرکین قبائل اور یہود کے دو قبیلے متحدہ محاذ بنا کر اسلامی تحریک کو بالکلیہ نیست و نابود کرنے کے لئے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ لیکن تقریباً ایک ماہ کے طویل محاصرے کے بعد قدرتِ الٰہی کا کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ ایک رات سخت آندھی آئی جس میں سردی اور کڑک اور چمک تھی اور اتنا اندھیرا تھا کہ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا نقشہ تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔ آندھی نے دشمنوں کے خیمے تلپٹ کر دیئے تھے۔ اور ان کے اندر شدید افراتفری مچ گئی تھی۔ مشرکین عرب کا یہ متحدہ محاذ قدرتِ الٰہی کا یہ کاری وار سہہ نہ سکا اور صبح صادق سے قبل ہی ہر ایک نے اپنی اپنی راہ پکڑی۔ صبح جب مسلمان اٹھے تو میدان خالی تھا جس کو دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے تھے:

"اب قریش تم پر کبھی چڑھائی نہ کرسکیں گے بلکہ اب تم ان پر چڑھائی کروگے۔"	لَنْ تَغْزُوكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ

آگے چلئے اس رکوع کی آخری دو آیات میں غزوۂ احزاب کا جو ضمیمہ اور تتمہ مذکور ہے یعنی غزوہ بنی قریظہ کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا اس کا نہایت اختصار مگر جامعیت کے ساتھ ان دو آیات میں ذکر ہے۔ سیرت کی کتابوں میں اس کو علیحدہ عنوان کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں اس کا علیحدہ ذکر کرنے کے بجائے غزوۂ احزاب کے ضمن میں اس کا یہاں ایک Appendix کے طور پر ذکر کیا گیا ہے ـــــ ان دو آیات کے مطالعے سے قبل حضورؐ کی تشریف آوری

کے وقت مدینہ منورہ میں یہود کے جو تین قبیلے آباد تھے ان کے متعلق تھوڑا سا نقشہ اپنے ذہن میں قائم کر لیجئے۔ یہ قبیلے تھے۔ بنو قینقاع۔ بنو نضیرؓ اور بنو قریظہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تدبر یہ تھا کہ مدینہ تشریف آوری کے فوراً بعد آپؐ نے ان تینوں قبائل کو ایک معاہدے کا پابند کر لیا تھا۔ حضورؐ کی اس کمال فراست کو میں جو بھی خراجِ تحسین پیش کروں گا، وہ عقیدت میں شمار ہو سکتا ہے۔ اس تدبر و فراست پر مستشرقین کمال درجہ کا خراجِ تحسین پیش کر چکے ہیں۔ وہ ایچ جی ویلز ہوں، وہ منٹگمری واٹ ہوں اور دوسرے مستشرقین ہوں انہوں نے حضورؐ کے کمال تدبر اور پیش بینی کی جو مدح سرائی کی ہے، وہ کافی ہے۔ اصل تعریف وشہادت تو وہ ہے جو اعداء دیں۔ مدینہ میں بسنے والے اوس و خزرج کے اکثر لوگ ایمان لے آئے تھے۔ یہی دو قبیلے اصلاً مدینہ کے رہنے والے تھے۔ یہود تو باہر سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے۔۔۔ اوس و خزرج کی دعوت ہی پر باذن الٰہی حضورؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی تھی۔ لہٰذا حضورؐ آپ سے آپ مدینہ کے مقتدر اعلیٰ، امیر، حاکم جو چاہیں قرار دے لیں، ہو گئے۔ آپؐ نے ان یہودی قبائل کو اس معاہدے میں جکڑ لیا کہ اگر باہر سے مدینہ پر کوئی حملہ آور ہوا تو سب مل کر دفاع کریں گے۔ یہ معاہدہ تھا جو یہود کے گلے کا طوق بن گیا۔ یہ معاہدہ نہ ہوتا تو شاید صورتِ حال مختلف ہوتی۔ میں شاید ہی کہہ رہا ہوں۔ واللہ اعلم۔۔۔ اپنی جگہ پر ایک دوسری بات بھی قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ مسلمان قوم جب بگڑتی ہے تو واقعہ یہ ہے کہ اس کے اندر وھن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لفظ وہن کی حضورؐ نے تشریح یوں فرمائی ہے کہ اس میں حُبُّ الدُّنیا و کراھیۃُ المَوت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ مشرکین کے مقابلہ میں کمزور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہود اس وقت کی بگڑی ہوئی مسلمان قوم تھی۔ ان کے اندر وہ ضعف تھا کہ جب اللہ نے چاہا اور ہم سورۂ حشر کے مطالعہ تک پہنچے تو وہاں ہم پڑھیں گے کہ وہاں ان یہودیوں کے متعلق فرما دیا گیا ہے:

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ	"یہ یہود کبھی اکٹھے ہو کر (کھلے میدان میں اے مسلمانو!) تمہارا مقابلہ نہیں کریں گے، لڑیں گے بھی تو قلعہ بند بستیوں میں بیٹھ کر یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر"

ان یہودیوں کے برعکس مشرکین نے کھلے میدانوں میں آکر جنگ کی ہے۔ ابوجہل نے

جنگ میں اپنے معبودانِ باطل اور اپنے اوہام کے لئے دو بدو ہو کر اور لڑ کر گردن کٹوائیں۔ یہ نہیں کر سکیں گے۔ یہ یہود جب لڑیں گے تو فصیلوں پر چڑھ کر عورتوں کی طرح پتھراؤ کریں گے۔ پھر یہ آپس کی مخالفت میں بڑے سخت ہیں: بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تم ان کو اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ (آیت نمبر ۱۴) لہٰذا تم ان سے گھبراؤ نہیں۔ بظاہر ان کی جمعیت بہت مرعوب کن ہے، یہ بہت پیسے والے ہیں، ساز و سامان بھی ان کے پاس وافر موجود ہے، اسلحہ بھی ان کے پاس بہت ہے۔ ان کے پاس گڑھیاں ہیں، قلعے ہیں۔ پس صورت واقعہ یہ تھی کہ یہ اندر سے اتنے بودے تھے کہ ان میں میدان میں آ کر لڑنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ پھر ان تمام کمزوریوں کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاہدے میں جکڑ لیا تھا۔ اب یہ ہوا کہ یہ مختلف مواقع پر اس معاہدے پر تلملاتے رہے۔ ان میں سب سے زیادہ شجاع بنو قینقاع تھے۔ آہن گری اور زرگری کے پیشے کے اعتبار سے ان کے پاس پیسہ بھی بہت تھا اور سامانِ حرب اسلحہ وغیرہ بھی کافی تھا ـــــ غزوہ بدر کے بعد سب سے پہلے تو ان کی طرف سے نقضِ عہد ہوا۔ اور اس معاہدے کی خلاف ورزی ہوئی اور حضورؐ نے فوراً اقدام فرمایا اور ان کو مدینہ بدر ہونا پڑا ـــــ یہ پہلا معاملہ تھا۔ نبی اکرمؐ نے ان کے ساتھ بڑی رعایت برتی۔ ان کو اپنا تمام ساز و سامان لے جانے کی اجازت دے دی اور وہ اونٹوں پر اپنا تمام اسباب لاد کر گاتے بجاتے ایک جشن کی صورت میں مدینہ سے نکلے۔ یہ پہلا معاملہ تو ۲ھ میں بدر کے بعد بنو قینقاع کے ساتھ ہو گیا۔ غزوہ اُحُد کے بعد یہی معاملہ بنو نضیر کے ساتھ پیش آیا۔ اُحُد میں مسلمانوں کی عارضی ہزیمت سے ان کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ اور یہ قبیلہ دلیر ہو کر مسلسل بدعہدیاں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش تک کر ڈالی۔ نبی اکرمؐ نے اس قبیلے کو بھی مدینہ بدر کر دیا اور یہ دونوں قبیلے خیبر کے آس پاس جا کر آباد ہو گئے۔ جہاں یہودی پہلے سے آباد تھے اور انہوں نے بڑی مضبوط قلعہ بندیاں کر رکھی تھیں ـــــ ان دونوں قبیلوں کو اسلام اور حضورؐ سے دلی عداوت تو پہلے ہی سے تھی۔ مدینہ سے اس جلاوطنی نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور یہ قبیلے خیبر میں بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف عرب کے مشرک قبائل کو بھڑکانے اور مدینہ پر چڑھائی کرنے پر اکسانے

اور آمادہ کرنے کے سلسلے میں مسلسل سازشیں کرتے رہے۔ ان کے سردار، ان کے شعرا اور ان کے خطیب مشرکین کے قبیلوں میں جا کر مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے رہے۔ چنانچہ ۵ھ میں غزوہ احزاب میں ہر چہار سمت سے عرب کے مشرک قبائل نے مدینہ پر جو یلغار کی وہ انہی یہود کی سازش کا نتیجہ تھی اور اس یلغار کی نقشہ بندی میں بھی یہی یہودی پیش پیش تھے۔ اس موقع پر جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، حملہ آور لشکروں کی تعداد تقریباً بارہ ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھی۔ مسلمانوں کے خلاف اتنی بڑی جمعیت اس سے قبل کبھی جمع نہیں ہوئی تھی۔ اگر یہ حملہ اچانک ہوتا تو سخت نقصان دہ اور تباہ کن ہوتا۔ لیکن نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ آپؐ کو دشمنوں کی نقل و حرکت کی برابر اطلاعات ملتی رہتی تھیں۔ آپؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر دفاع کے لئے جبل اُحُد کے مشرقی اور مغربی گوشوں میں خندق کھدوا کر شہر کو محفوظ کر لیا۔ چونکہ مدینہ کی جغرافیائی پوزیشن ایسی تھی کہ اسی طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ بقیہ سمتوں میں قدرتی رکاوٹیں موجود تھیں۔ کفار و مشرکین اس طریقِ دفاع سے ناآشنا تھے ناچار انہیں جاڑے کے موسم میں ایک طویل محاصرے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ جس کے لئے وہ تیار ہو کر اپنے ٹھکانوں سے نہیں آئے تھے۔ اب ان کے لئے ایک ہی چارۂ کار رہ گیا تھا کہ وہ بنو قریظہ کے یہودی قبیلے کو مدینہ منورہ پر جنوب مشرقی گوشے سے حملہ کرنے پر آمادہ کریں۔ ـــــ چونکہ اس قبیلے سے مسلمانوں کا باقاعدہ حلیفانہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مدافعت کریں گے۔ لہٰذا اس طرف سے بے فکر ہو کر مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ اس سمت میں دفاع کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا بلکہ اپنے بال بچے بھی ان گڑھیوں میں بھجوا دیئے تھے جو بنو قریظہ کی جانب تھیں ـــــ کفار نے اسلامی دفاع کے اس کمزور پہلو کو بھانپ لیا۔ اور انہوں نے بنو نضیر کے سرداروں کی سفارت بھیج کر ان کو غداری پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ پہلے پہلے تو وہ ڈرے کہ ہمارا محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے معاہدہ ہے اور ہم کو اُن سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ ابتدا میں ان کا موقف یہی تھا۔ لیکن اس کے بعد ابن اخطب نے ان کو مزید دلائل دیئے کہ "دیکھو میں عرب کی متحدہ قوت کو محمدؐ پر چڑھا لایا ہوں، اسلام کو ختم کرنے کا یہ آخری موقع ہے۔ اتنے بڑے لشکر آئندہ کبھی جمع نہیں ہو سکیں گے اور پھر ساری عمر ہم سب کو کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔ چونکہ پھر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکے گا"۔ ابنِ اخطب کی ان

باتوں سے بنو قریظہ پر بھی معاہدے کی پاسداری اور اخلاقی لحاظ پر اسلام دشمنی غالب آگئی۔ اور وہ نقضِ عہد پر آمادہ ہوگئے۔ نبی اکرمؐ اس صورت حال سے بے خبر نہیں تھے۔ آپؐ کو پَل پَل کی اطلاعات مل رہی تھیں۔ آپؐ نے انصار کے سرداروں میں سے حضرت سعدؓ ابن عبادہؓ اور سعدؓ ابن معاذ نیز دو اور حضرات کو بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ جاکے تحقیق کرکے آؤ کہ صورتحال کیا ہے! ادھر خود اہل ایمان کے لشکر میں منافقین کا ففتھ کالم کا عنصر موجود تھا۔ وہ مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے خبریں پھیلا رہے تھے کہ اب بنو قریظہ کی جانب سے بھی حملہ ہوا چاہتا ہے۔ لہٰذا ہوش کے ناخون لو اور اپنے گھروں کی خبر لو جو جنوب مشرقی گوشے سے بنو قریظہ کی براہ راست زد میں ہیں اور یہ منافقین پٹی پڑھا رہے تھے کہ یَاأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا " اے یثرب کے لوگو! تمہارے لئے اب ٹھیرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، پس پلٹ چلو" جیسا کہ ہم پچھلے رکوع میں پڑھ چکے ہیں ــــ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن سرداروں کو بنی قریظہ سے گفت وشنید کے لئے بھیجا تھا تو ان کو تاکید فرمائی تھی کہ اگر تم دیکھو کہ بنو قریظہ اپنے عہد پر قائم ہیں تو تم آکر سارے لشکر کے سامنے علی الاعلان خوش خبری دینا کہ یہ محض افواہ ہے، اس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ نقضِ عہد کا فیصلہ کر چکے ہیں تو صرف مجھے اشارۃً اس کی اطلاع دینا۔ عام لوگوں کے سامنے بیان نہ کرنا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کے حوصلے مزید پست ہوجائیں۔ ان حضرات نے واپس آکر حضورؐ کو اشارہ وکنایہ میں بنو قریظہ کے عزائم سے آگاہ کر دیا۔ اس لئے کہ بنو قریظہ کے سرداروں نے ان انصار سے برملا کہہ دیا تھا کہ لاعقد بيننا وبين محمّد ولا عهد " ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مابین کوئی عہد و پیمان نہیں ہے" خلاص ــــ

غزوہ احزاب میں سب سے زیادہ تشویشناک صورت ہی تھی تو وہ بنو قریظہ کی اس غداری سے بنی تھی، اس لئے کہ نہ صرف اسلامی لشکر کا عقب محفوظ نہیں رہا تھا اور بلکہ وہ گڑھیاں اور مدینہ منورہ کا شہر بھی محفوظ نہیں رہے تھے جہاں صرف عورتیں اور بچے تھے۔ وہ تو اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک صاحب نعیم ابن سعودؓ قبیلہ غطفان کی شاخ اشجع مسلمان ہوکر حضورؐ کی خدمت میں خفیہ طور پر حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے اسلام قبول کرنے کا ابھی کسی کو علم نہیں ہے۔ آپؐ اس وقت جو چاہیں مجھ سے خدمت لے سکتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر ممکن ہو تو تم جاکر ان احزاب اور بنو قریظہ میں پھوٹ ڈلانے اور عدم اعتماد

پیدا کرنے کی کوئی تدبیر کرو۔ چنانچہ انہوں نے یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ وہ پہلے بنو قریظہ کے پاس گئے جہاں ان کا پہلے ہی سے آنا جانا تھا اور وہ وہاں متعارف تھے اور ان کے سرداروں سے کہا کہ "قریش اور غطفان کے قبائل تو محاصرے کی طوالت سے تنگ آکر بغیر لڑے بھڑے واپس بھی جا سکتے ہیں۔ ان کا تو کچھ نہیں بگڑے گا۔ لیکن تم کو یہیں رہنا ہے۔ ایسی صورت میں تمہارا کیا حشر ہوگا! اس کو بھی سوچ لو۔ میری رائے ہے کہ تم اس وقت تک کوئی اقدام نہ کرنا جب تک باہر سے آئے ہوئے ان قبائل کے چند سربرآوردہ لوگ تمہارے پاس بطور یرغمال نہ ہوں۔" بنو قریظہ کے دل میں یہ بات اتر گئی اور انہوں نے متحدہ محاذ کے قبائل سے یہ مطالبہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر یہ صاحب قریش اور غطفان کے سرداروں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ "میں بنو قریظہ کے پاس سے آرہا ہوں۔ وہ کچھ متذبذب معلوم ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تم سے یرغمال کے طور پر چند آدمی طلب کریں اور پھر انہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر کے اُن کے ساتھ از سرِ نو اپنا معاملہ استوار کر لیں۔ اس لئے ان کے ساتھ ہوشیاری سے نمٹنے کی ضرورت ہے۔" یہ سردارانِ لشکر اس بات سے کھٹک گئے۔ انہوں نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا کہ ہم اس طویل محاصرے سے تنگ آگئے ہیں، اب ایک فیصلہ کن معرکہ ہونا ضروری ہے۔ کل تم اپنی سمت سے بھرپور حملہ کر دو۔ ادھر سے ہم یکبارگی مسلمانوں پر یلغار کر دیں گے۔ بنو قریظہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جب تک آپ اپنے چند چیدہ آدمی بطورِ یرغمال ہمارے حوالے نہیں کریں گے، ہم جنگ کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔ انہوں نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اس طرح دونوں فریق اپنی اپنی جگہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ نعیم کی بات سچی تھی۔ نتیجتہً نعیم ابن سعودؓ کی یہ حکمتِ عملی کامیاب ثابت ہوئی اور دشمنوں کے کیمپ میں بداعتمادی اور پھوٹ پڑ گئی ــــ اور بنو قریظہ نے عملاً اس غزوے میں کوئی حصّہ نہیں لیا ــــ لیکن معاہدہ وہ فسخ کر چکے تھے اور انہوں نے بَرمَلا کہہ دیا تھا کہ " لا عقد بیننا و بین محمّد ولا عھد " لہٰذا اب جب کہ غزوۂ احزاب اس معنی میں ختم ہوا کہ مشرکین عرب کے تمام لشکر محاذ چھوڑ کر اپنے اپنے مستقر کی طرف لوٹ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہتھیار اتار رہے تھے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ 'اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ ہتھیار اتار رہے ہیں اور ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے ہیں۔ لہٰذا آپ فوراً تشریف لے جا کر بنو قریظہ کا محاصرہ

فرمائیے" چنانچہ اسی وقت حضورؐ نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان عصر کی نماز بنو قریظہ کی بستی میں پہنچنے سے قبل نہ پڑھے۔

اب یہاں ایک اہم بات بھی لگے ہاتھوں بیان کر دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہمارے ہاں جو دو مکاتیب فکر ہیں یعنی اصحاب الرائے اور اصحاب الحدیث ـــــ ان کے مابین اصل اختلاف کیا ہے! وہ آج واضح ہو جائے گا کہ وہ اصلاً ہے کیا اس بات کو پلّے باندھ لیجئے۔ حضور نے فرمایا تھا کہ کوئی مسلمان عصر کی نماز نہ پڑھے جب تک بنی قریظہ پر نہ پہنچ جائے۔ معنی کیا تھے۔ یہ کہ جلد سے جلد پہنچو۔ اللہ کا حکم ہے۔ حضرت جبریلؑ نے آکر بتایا ہے۔ جلد پہنچنے کے لئے حضورؐ نے فرمایا کہ عصر سے پہلے پہلے پہنچ جاؤ۔ تاکہ ان کا معاملہ چکا دیا جائے۔ اب راستے میں صورت یہ پیش آگئی کہ ایک ٹکڑی ابھی بنو قریظہ تک نہ پہنچ پائی تھی کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ لشکر مختلف ٹکڑیوں میں منزل کی جانب بڑھ رہا تھا کئی میل کا سفر تھا۔ جس ٹکڑی کو راستہ ہی میں عصر کی نماز کا وقت آگیا تو نماز قضا ہونے کا امکان پیدا ہو گیا۔ اب ان لوگوں کے مابین اختلاف پیدا ہوا۔ ایک فریق نے یہ کہا کہ حضورؐ کا منشأ یہ نہیں تھا کہ وہاں پہنچے بغیر عصر مت پڑھو۔ بلکہ منشأ یہ تھا کہ ہم عصر سے پہلے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ اب اگر کسی وجہ اور مجبوری سے درمیان ہی میں عصر کا وقت ہو گیا تو ہمیں نماز پڑھ لینی چاہیئے ـــــ ایک فریق نے کہا کہ نہیں جو حضورؐ نے فرمایا ہے ہم تو اسی کے مطابق عمل کریں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ منشأ کیا تھا اور کیا نہیں" منشأ تو حضورؐ ہی کو معلوم ہو گا! اگر کوئی منشأ معین کرے گا تو صد فی صد یقین سے تو نہیں کہہ سکتا کہ واقعی حضورؐ کا منشأ یہی تھا ـــــ اس مسئلہ میں تو اس کی اپنی رائے اور اجتہاد ہو گا۔ وہ اس کا اپنا استنباط ہو گا کہ وہ اس سے یہ نتیجہ نکال رہا ہے۔ لہٰذا ایک فریق نے کہا کہ حضورؐ نے تو 'منشأ' بیان نہیں فرمایا۔ لہٰذا ہم تو الفاظ کی پیروی کریں گے اور عصر کی نماز بنو قریظہ کی بستی تک پہنچنے سے قبل نہیں پڑھیں گے، چاہے نماز قضا ہو جائے چونکہ فرمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہے ـــــ دونوں فریقوں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق عمل کر لیا۔ جب حضورؐ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ دونوں نے صحیح عمل کیا! اب یہ ہے وہ حکمت جو محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہمیں تعلیم فرما گئے ہیں۔ اللہ کے لئے بات کو کھلے دل سے سمجھئے اور خواہ مخواہ رائے، تعبیر اور اجتہاد کے اختلاف

پر مستقل طور پر من دیگرم تو دیگری کا رویّہ اختیار نہ کیجئے۔ یہ تفرقہ وحدتِ امّت کیلئے سمِ قاتل ہے۔ ایک رویّہ یہ ہے کہ حدیث کے جو الفاظ (Letters) ہیں، ہم تو بالکل حرف بہ حرف، ہو بہو (Literally) اس پر عمل کریں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ علّت کیا ہے اور حکمت کیا ہے؛ وہ اللہ جانے اور اس کا رسولؐ جانے۔ اگر مسواک کا لفظ حدیث میں آیا ہے تو ہم تو مسواک ہی استعمال کریں گے ـــــ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ مسواک کرنے کی اصل غایت وعلّت دانت صاف رکھنا ہے۔ اگر ٹوتھ پیسٹ اور برش سے دانت صاف کر لئے تو مقصد پورا ہو گیا ـــــ اس طرح یہ دو مکاتیب فکر ہیں۔ ایک اصحابِ حدیث جو حدیث کے الفاظ کو جوں کا توں اختیار کرنے کو صحیح اور اقرب الی السنّہ سمجھتے ہیں۔ اور اسی طرزِ عمل میں عافیت خیال کرتے ہیں۔ دوسرے اصحاب الرّائے ہیں جو غور و تدبّر کرتے ہیں کہ کسی حدیث کی اصل حکمت کیا ہے! اس کی غرض و غایت کیا ہے! اس کو اختیار کرنا بہتر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے دونوں کی تصویب فرمائی ـــــ یہ اللہ کا شکر ہے اور اس کا کرم و فضل ہے کہ اس معاملے میں اس نے اپنے رسولؐ سے دونوں طرزِ عمل کی تائید کرا دی۔ چونکہ دونوں کی نیت دراصل تعمیل حکم اور اتباع تھا۔ پس ہم کو بھی یہی رویّہ اختیار کرنا چاہیئے کہ دونوں کے لئے اپنے دل میں کشادگی پیدا کریں۔ عمل تو ایک ہی پر ہوگا، اس میں تو کوئی شک نہیں۔ یا آپ الفاظِ ظاہریہ پر عمل کریں گے یا اس کی حکمت و علّت معلوم کر کے اسے اختیار کریں گے ـــــ اجتہاد کی بنیاد بھی تو یہی ہے کہ اہلِ علم احکامِ شرعیہ کی علّت تلاش کریں اور دیکھیں کہ درپیش مسئلہ میں علّت کس درجہ کی مشترک ہے۔ اسی کے مطابق قیاس کر کے مسئلہ کا حل نکال لیا جائے۔ ـــــ تو یہ طریقہ تھا اصحابِ فقہ کا، جن کو اصحاب الرّائے بھی کہا گیا ہے اور اوّل الذکر طریقہ تھا اصحابِ حدیث کا ـــــ لیکن حقیقت نفس الامری اس واقعہ سے ہمارے سامنے یہ آتی ہے کہ دونوں مسلک حق ہیں۔ چونکہ نبی اکرمؐ نے اس واقعہ میں دونوں فریقوں کی تصویب فرمائی ـــــ چونکہ یہ واقعہ اسی غزوہ کے دوران پیش آیا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے بھی آپ حضرات کے سامنے رکھ دوں۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبہ کے ہر واقعہ میں ہمارے لئے رہنمائی ہے اور یہی حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کے اکمل و اتم ہونے کی دلیل ہے ـــــ بہرحال یہ ایک ضمنی بحث تھی جو درمیان میں آ گئی۔

اب اصل موضوع کی طرف رجوع کیجئے۔

بنو قریظہ کی گڑھیوں پر سب سے پہلے وہاں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر بطور مقدمۃ الجیش پہنچا۔ بنو قریظہ یہ سمجھے کہ یہ ہمیں محض دھمکانے آئے ہیں۔ وہ اس وقت تک تو بڑے طنطنے میں تھے۔ انہوں نے اپنے کوٹھوں پر چڑھ کر نبی اکرمؐ اور مسلمانوں کی شان میں گستاخیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پورے اسلامی لشکر نے وہاں پہنچ کر ان کی بستی کا محاصرہ کر لیا تو ان کے ہوش ٹھکانے آگئے۔ انہوں نے عین آڑے اور پُرخطر وقت معاہدہ توڑ ڈالا تھا۔ اور مدینہ کی پوری آبادی کو ہلاکت خیز خطرے میں مبتلا کر دیا تھا۔ انہوں نے پشت سے خنجر گھونپنے کی پوری تیاری کر لی تھی۔ یہ تو حضرت نعیم کی جنگی چال اور حکمت عملی تھی، جس سے وہ مات کھا گئے۔ ان کا جرم کسی طور پر بھی قابلِ عفو نہیں تھا ــــــ اور ان کو قرار واقعی سزا ملنی چاہیئے تھی۔

جب محاصرے کی شدت جو دو تین ہفتے جاری رہی، ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی تو انہوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈالنے اور خود کو نبی اکرمؐ کے حوالے کرنے پر آمادگی ظاہر کی کہ قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حَکَم بنایا جائے، وہ ان کے متعلق جو بھی فیصلہ کریں وہ فریقین تسلیم کر لیں۔ انہوں نے حضرت سعدؓ کو اس توقع پر حَکَم بنانے کی تجویز رکھی تھی کہ اوس اور بنو قریظہ کے مابین مدتوں سے حلیفانہ تعلقات چلے آرہے تھے۔ ان کو امید تھی کہ وہؓ ان کا لحاظ کریں گے اور قینقاع اور بنو نضیر کی طرح ان کو بھی اپنے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکل جانے کا فیصلہ کریں گے۔ حضرت سعدؓ کو خندق میں دشمنوں کا ایک تیر لگ گیا تھا اور وہ شدید زخمی تھے۔ نبی اکرمؐ نے ان کے علاج و معالجہ کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگوا رکھا تھا۔ حضورؐ خود ان کی تیمار داری فرما رہے تھے۔ آپؐ نے خود اپنے ہاتھ سے ان کے زخم کو داغا تھا۔ حضورؐ کو حضرت سعدؓ سے بہت محبت تھی۔ انصار میں دو سعد تھے۔ ایک سعدؓ ابن معاذ جو رئیس قبیلۂ اوس تھے اور دوسرے سعدؓ ابن عبادہ جو رئیس قبیلۂ خزرج تھے۔ ویسے نفری اور حیثیت کے اعتبار سے اوس کا قبیلہ، خزرج کے قبیلے سے بہت کم تھا۔ غالباً ایک اور تین کی نسبت تھی۔ چنانچہ ایام جاہلیت میں معاہدہ طے تھا کہ اگر کسی اوسی کے ہاتھوں کوئی خزرجی قتل ہو جائے گا تو تین اوسی قصاص میں قتل کئے جائیں گے ــــــ ہو سکتا ہے کہ دو کی تعداد مقرر ہو، اس بارے میں مجھ سے اس وقت غلطی ہو

سکتی ہے۔ لیکن بات اپنی جگہ درست ہے۔ خود حضرت سعدؓ ابن معاذ کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت تھی۔ ان کی بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح فدویت کی کیفیت تھی ۔۔۔ حضرت سعدؓ بن معاذ ایک ڈولی میں بنو قریظہ کی بستی میں لائے گئے۔ حضرت سعدؓ نے جو فیصلہ کیا وہ عین یہود کی شریعت کے مطابق تھا وہ یہ کہ بنو قریظہ کے تمام مرد قتل کر دیئے جائیں۔ عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کے تمام املاک مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ اس فیصلے میں یہ مصلحت بھی ہو گی کہ حضرت سعدؓ اس غزوہ میں دیکھ چکے تھے کہ بنو قینقاع اور بنو نضیر کو مدینہ سے نکل جانے دیا گیا تو وہ گرد وپیش کے سارے قبائل کو بھڑکا کر قریش کی سرکردگی میں تقریباً بارہ ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر چڑھ دوڑے تھے۔ چنانچہ حیاتِ طیبہ کے دوران اجتماعی قتل اور سخت ترین سزا کا یہی ایک واقعہ ہوا ہے جو بنو قریظہ کے ساتھ ہوا۔ اگر یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تسلیم کر لیتے جو انتہائی رؤف اور رحیم تھے تو وہ شاید اس انجامِ بد سے بچ جاتے۔ لیکن مشیتِ الٰہی یہی تھی اس لئے ان کی مَت ماری گئی۔ اور انہوں نے حضورؐ پر عدم اعتماد کیا ۔۔۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، حضرت سعدؓ ابن معاذ نے یہ فیصلہ عین تورات کے مطابق کیا تھا۔ بنو قریظہ اسی انجام کے مستوجب تھے چونکہ انہوں نے اس وقت جبکہ مسلمانوں کے لئے انتہائی کٹھن وقت تھا، عقب سے مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ جب مسلمان بنو قریظہ کی گڑھیوں میں داخل ہوئے تو ان کو پتہ چلا کہ جنگ احزاب میں حصّہ لینے کے لئے ان غدّاروں نے ۱۵ سو تلواریں، تین سو زِرہیں دو ہزار نیزے اور ۱۵ سو ڈھالیں جمع کر رکھی تھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تائید شاملِ حال نہ ہوتی تو ایک طرف مشرکین یکبارگی خندق عبور کر کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے اور دوسری طرف یہ سارا جنگی سامان عین عقب سے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے بنو قریظہ استعمال کرتے ۔۔۔

زیرِ درس رکوع کی بقیہ دو آیات کا تعلق اسی بنو قریظہ کے واقعہ سے ہے اس لئے میں نے قدرے تفصیل سے صورتِ حال واضح کرنے کی کوشش کی ہے جو ان آیات کے پس منظر سے براہِ راست متعلق ہے۔ اب ان آیات کا مطالعہ کیجئے۔ فرمایا:

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ

"اور اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا یعنی یہود بنو قریظہ تو اللہ ان کی گڑھیوں سے انہیں اتار لایا۔"

یہ پہلے تو محاصرے کی حالت میں اپنے قلعوں پر چڑھے رہے لیکن دو تین ہفتوں سے زیادہ سہار نہ سکے اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار لایا ـــــ یہاں 'ظَاھَرُوْھُمْ' کا لفظ قابل توجہ ہے۔ اس لفظ کی اصل ظَھْرٌ ہے۔ باب مفاعلہ میں اس سے مظاہرہ بنتا ہے۔ ظَھْرٌ پیٹھ کو کہتے ہیں۔ پچھلے زمانے میں آخری مقابلہ پیٹھ سے پیٹھ جوڑ کر ہوتا تھا۔ اگر کوئی چھوٹی سی نفری کسی بڑی نفری کے گھیرے میں آجاتی تھی تو چھوٹی نفری والے پیٹھ سے پیٹھ جوڑ کر لڑا کرتے تھے۔ اس طرح اس کا مفہوم ہوگا کسی مقصد کے غلبہ کے لئے یک جان ہو کر کام کرنا ـــــ اس لئے میں نے اس آیت کی ترجمانی میں 'حملہ آوروں کا ساتھ دینا' کیا ہے ـــــ صَیَصٌ کی لغوی بحث کو بھی سمجھ لیجئے۔ مرغ کے پنجے کو صیص کہتے ہیں، اسی کی جمع صیاصی ہے۔ پس چونکہ مرغ اپنے پنجوں سے دفاع کرتا ہے، لہٰذا عرب اس کو استعارتاً دفاعی قلعوں اور گڑھیوں کے لئے استعمال کرنے لگے ـــــ بنو قریظہ نہ تو حملہ آوروں کا ساتھ دے سکے اور نہ ان کے قلعے ان کو پناہ دے سکے۔ اور وہ ان سے نیچے اترنے اور باہر نکل کر خود کو نبی اکرمؐ کے حوالے کرنے پر مجبور ہو گئے ـــــ اسی آیت میں آگے فرمایا:

وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ — "اور اللہ نے ان کے دلوں میں رُعب ڈال دیا"

آپ غور کیجئے کہ اگر وہ بدو لڑنے کا فیصلہ کرتے تو ان کے جو دو سو مرد قتل ہوئے تھے تو یہ پچاس ساٹھ مسلمانوں کو بھی شہید کر سکتے تھے ـــــ انہوں نے جو سازو سامان جمع کر رکھا تھا، اس کی تفصیل میں بیان کر چکا ہوں ـــــ لیکن اسلحہ استعمال کرنے کے لئے ہمت اور جوش و ولولہ درکار ہوتا ہے۔ جب کسی قوم کو وَھَن کی بیماری لگ جاتی ہے۔ یعنی حُبّ دنیا اور موت کا خوف تو یہ حال بھی ہوتا ہے کہ میزائل تک دھرے رہ جاتے ہیں اور فوج کو ان کے بٹن دبانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اس کے بجائے جان بچانے کے لئے اپنی جوتیاں چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے ـــــ ہمارے ساتھ یہ ہوا ہے۔ صحرائے سینا سے مصری فوج اسرائیل کے حملے کے وقت بھاگ گئی تھی ـــــ اسی طرح فتنہ تاتار کے دور میں ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا ہے تو تاریخ بتاتی ہے کہ بغداد کے بازاروں میں سو مسلمان کھڑے ہوتے تھے اور ایک تاتاری آتا تھا اور ان سے کہتا تھا کہ میرے پاس اس وقت

تلوار نہیں ہے۔ میں اس کو لے کر آتا ہوں۔ خبردار کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور وہ تلوار لے کر آتا تھا اور ایک ایک کی گردن مارتا تھا اور کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ اس کا ہاتھ پکڑ لے۔ بنو قریظہ میں جرأت و ہمت ہوتی تو حضرت سعدؓ کے فیصلے کے بعد بھی یہ کر سکتے تھے کہ یک بارگی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں کہ ہمیں تو مرنا ہی ہے، بیس پچیس کو ساتھ لے کر مریں گے۔ لیکن نہیں چونکہ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ ۔ اللہ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے ـــــ آگے فرمایا:

فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ۝

"اے مسلمانو! ان کے ایک فریق کو تم قتل کر رہے اور ایک فریق کو اسیر بنا رہے ہو"

ان کے مرد قتل کئے گئے اور ان کی عورتیں، بچے اور بچیاں غلام اور لونڈیاں بنائی گئیں۔ اس پوری صورت حال پر صرف ایک آیت میں تبصرہ فرما دیا گیا۔

آگے اس رکوع کی آخری آیت میں فرمایا:

وَاَوْرَثَکُمْ اَرْضَھُمْ وَدِیَارَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْھَا ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ۝

"اور اللہ نے تمہیں ان کی زمین، اور ان کے گھروں اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا اور وہ علاقہ تمہیں دے دیا جسے تم نے پامال نہیں کیا تھا اور اللہ ہر چیز پہ قادر ہے۔"

آخر یہودی قبیلہ تھا۔ بہت مالدار اور سرمایہ دار ـــــ ان کے بڑے بڑے باغات تھے۔ بڑی بڑی حویلیاں تھیں۔ بے شمار مال و متاع تھا ـــ یہ پورا علاقہ تمہیں بغیر لڑے بھڑے عطا کر دیا۔ جنگ تو ہوئی ہی نہیں۔ صرف محاصرے کے نتیجے میں یہ سب کچھ ہاتھ آ گیا۔ اس زمین پر گھوڑے دوڑے ہی نہیں کہ وہ پامال ہوتی ـــــ

اس رکوع کا اختتام ہوتا ہے ان الفاظ مبارکہ پر وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ۝ اس رکوع کا اس سے جامع اختتام نہیں ہو سکتا تھا۔ غزوۂ احزاب کی پوری صورت واقعہ بنو قریظہ کا خاتمہ، یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی مطلق قدرت کی شان کے مظاہر ہی تو تھے۔ سورۃ یوسف میں فرمایا:

وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

"اور اللہ غالب ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں"

اگر لوگوں کو یہ یقین قلبی ہو جائے تو اسی سے مانگیں، اسی سے جڑیں، اسی کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔ انہیں تو ان وسائل اور اسباب پر یقین و توکل ہوتا ہے جو ان کی دسترس میں ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الزھادۃ فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا اضاعۃ المال "دنیا میں زہد اس چیز کا نام نہیں ہے کہ تم حلال کو اپنے اوپر حرام کر لو اور مال کو ضائع کرو۔ یہ زہد نہیں ہے۔" ولکن الزھادۃ فی الدنیا ان تکون بما فی یدیک اوثق بما فی یدی اللہ" اصل زہد یہ ہے کہ اللہ پر تمہارا اعتماد و توکل اس سے زیادہ ہو جو تمہارے ہاتھ میں ہے"۔ میرے وسائل، میرے ذرائع، میری صلاحیتیں، میری ذہانت، میری قوت، میرا یہ اور میرا وہ۔ اس کو مقدم رکھو گے اور اس پر زیادہ تکیہ کرو گے تو تم کو زہد چھو کر بھی نہیں گیا۔ لیکن اگر تم کو اللہ کی توفیق، اللہ کی تائید، اللہ کی نصرت اور اللہ کی قدرت پر ہی تمہارا اعتماد و توکل اور بھروسہ ہو جائے تو یہ اصل زہد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ہم نے آج اس رکوع کا مطالعہ ختم کر لیا۔ جیسا کہ میں نے ابتداء ہی میں عرض کیا تھا کہ آج ہم اس رکوع کے مطالعہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کی روشنی میں آپؐ کے اس "اُسوۂ حسنہ" کو مجموعی طور پر سمجھنے کی کوشش کریں گے جو غزوہ احزاب کے اس پس منظر میں اس رکوع میں بیان ہوا ہے۔ پورے قرآن مجید میں آپؐ کے "اُسوۂ حسنہ" کا تذکرہ اسی ایک مقام پر کیا گیا ہے ــــ میں عرض کر چکا ہوں کہ شخصی طور پر تو نبی اکرمؐ پر خود آپؐ کے ارشاد کے مطابق سب سے سخت دن "یوم طائف" گزرا ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت پر سب سے زیادہ ابتلاء و آزمائش اور کٹھن کا مرحلہ یہ غزوہ احزاب ہے، جس میں جانی نقصان تو بہت کم ہوا لیکن اس محاصرے کے دوران جو تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا، صحابہ کرامؓ کی جماعت کو جن شدائد اور مصائب و تکالیف سے سابقہ پیش آیا بجا طور پر ان کو ابتلاء کا نقطۂ عروج کہا جا سکتا ہے۔ اس کی شہادت خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝ اس آیت کا ہم تفصیل سے دوسرے رکوع کے درس میں مطالعہ کر چکے ہیں۔ اور آج کے درس میں بھی اس کا حوالہ آیا ہے ــــ آج کا یہ درس ان لوگوں کے لئے انتہائی سبق آموز ہے جو بفضلہٖ تعالیٰ شعوری طور پر یہ بات جان چکے ہیں کہ اعلائے کلمۃ اللہ، اظہار دین الحق اور اقامت دین،

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اُمتی پر فرض ہے ۔ میں کوشش کروں گا کہ اپنی تقریر میں حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کے مختلف پہلو اجاگر کروں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کے اتباع اور صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے ۔

اَقُوْلُ قَوْلِیْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِیْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

0000000

۱؎ "اُسوۂ حسنہ" سے متعلق محترم ڈاکٹر صاحب کا خطاب ماہنامہ "میثاق" کے نومبر ۸۲ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے ۔ (ادارہ)

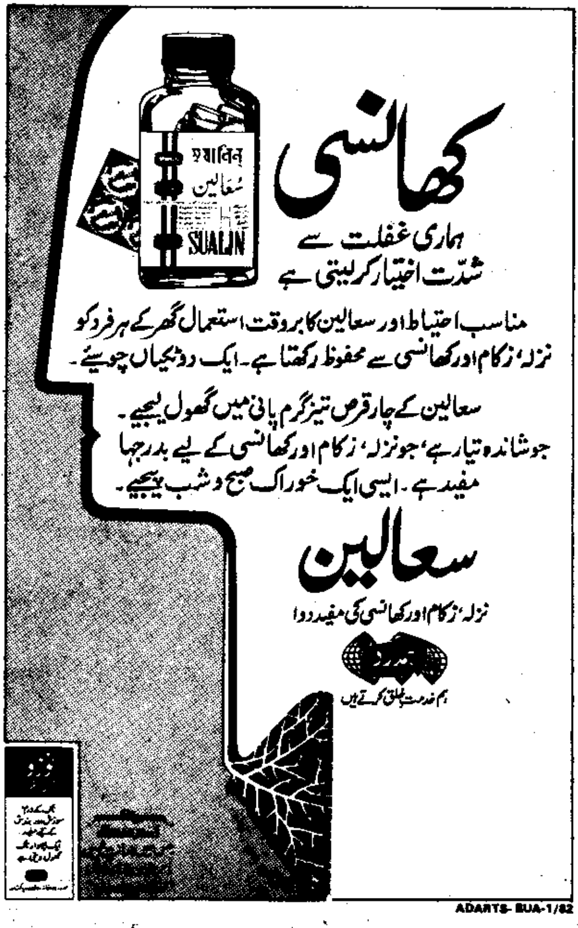

ہر مسلمان پر

حسبِ صلاحیت و استعداد

قرآن مجید

کے مندرجہ ذیل پانچ حقوق عائد ہوتے ہیں

① — ایمان و تعظیم — یہ کہ اُسے مانے

② — تلاوت و ترتیل — یہ کہ اُسے پڑھے

③ — تذکّر و تدبّر — یہ کہ اُسے سمجھے

④ — حکم و اقامت — یہ کہ اُس پر عمل کرے

⑤ — تبلیغ و تبیین — یہ کہ اُسے دوسروں تک پہنچائے

ان حقوق سے واقفیت اور آگاہی حاصل کرنے کے لیے

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی شہرۂ آفاق تالیف

"مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق"

کا مطالعہ اِن شاء اللہ العزیز بے حد مفید ہوگا

درسِ حدیث

مولانا وصی مظہر ندوی

ایمان اور استقامت

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف المرسلین محمد ن الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین — عن سفیان بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ قال قلت یا رسول اللّٰہ قل لی فی الاسلام قولا لا اسئل عنہ احدا غیرک قال قل اٰمنت باللّٰہ ثم استقم۔

(رواہ مسلم)

سفیان ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ، مجھے اسلام کی تعلیمات کے سلسلہ میں کوئی ایسی بات بتایئے جس کے بارے میں مجھے آپؐ کے سوا کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا: اقرار کرو کہ میں اللہ پر ایمان لایا۔ پھر اس اقرار پر ثابت قدم ہو جاؤ۔"

یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلام کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ تھوڑے سے الفاظ میں آپ نے معانی کا سمندر جمع کر دیا ہے۔ اس میں سب سے پہلے لفظ "قُل" ہے۔ جس کا اس موقع پر صحیح ترجمہ ہے "اقرار کرو"۔ اقرار آدمی اس بات کا کیا کرتا ہے جس کی سچائی پر اس کو پورا پورا یقین حاصل ہو چکا ہو۔ جس بات پر انسان کا دل ٹھک چکا ہو۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ اٰمنت باللّٰہ۔ میں اللہ پر ایمان لایا۔ ایمان ایسے یقین کو کہتے ہیں جس میں کسی شک کی گنجائش نہ ہو اور جس پر آدمی پوری طرح مطمئن ہو۔ اللہ تعالیٰ پر آدمی اس طرح کا یقین اسی وقت کر سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے

کا دور کا . ی کو [illegible] ہیں ہے۔

اس تفصیل سے حدیث پاک کا مطلب یہ معلوم ہوا کہ علم اور عقل کی روشنی میں آدمی اللہ کی ذات و صفات پر اپنے یقین اور اعتماد کا اعلان کرے اور پھر اس پر کتنی ہی مصیبتیں آئیں، وہ اپنے اس اقرار سے نہ پھرے۔

جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو اللہ پر یقین تھا اور ان کو معلوم تھا کہ اللہ کا دین ضرور قائم ہوگا۔ بد امنی ختم ہوگی

امن قائم ہوگا۔ ظلم مٹ جائے گا۔ عدل کا دور دورہ ہوگا، اس لیئے وہ تمام مشکلات میں ثابت قدم رہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی عطا کی۔ اور اللہ کا دین غالب ہوکر رہا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

—— (۲) ——

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف المرسلین محمد ن الامین وعلیٰ اٰلہ و واصحابہ اجمعین۔

عن ابی عبد اللہ خباب ابن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو متوسد بردۃ لہ فی ظل الکعبۃ فقلنا الا تستنصر لنا الا تدعو لنا فقال قد کان من قبلکم یؤخذ الرجل فیحفر لہ فی الارض فیجعل فیھا فیؤتی بالمنشار فیوضع علی رأسہ فیجعل نصفین ویمشط بامشاط الحدید ما دون لحمہ وعظمہ، ما یصدہ ذٰلک عن دینہ واللہ لیتمن اللہ ھٰذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضر موت لا یخاف الا اللہ او الذئب علیٰ غنمہ ولکنکم تستعجلون۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (مکہ میں جب ایک بار کفار کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو) ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی جبکہ آپؐ کعبہ کے سائے میں ایک چادر سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے (ہمارے لیے اللہ سے مدد طلب نہیں کریں گے؟) آپؐ نے جواب دیا تم لوگوں سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں۔ (ان میں ایسے صاحبِ عزم لوگ بھی

گزرے ہیں) کہ ایک آدمی کو پکڑا جاتا پھر زمین کو کھود کر اس کو (کمر تک) اس میں دبا دیا جاتا پھر آرا لاکر اس کے سر پر رکھا جاتا۔ پھر اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے اور بعض لوگوں کا گوشت ان کی ہڈیوں سے لوہے کی کنگھیوں کے ذریعہ اُتار لیا جاتا تھا۔ لیکن (یہ مظالم) ان کو اپنے دین سے پھیرنے میں کامیاب نہ ہوسکے تھے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس مہم کو کامیابی تک پہنچا کر رہے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک کا سفر کرے گا لیکن اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا یا اپنی بھیڑوں پر بھیڑیے کے حملے کا ڈر ہوگا۔ لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔"

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ آدمی جب کسی بات کے حق ہونے کو سمجھ لے یا تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرلے تو اس کو پختہ عزم کے ساتھ کرے، بڑی سے بڑی رکاوٹ اور سخت سے سخت آزمائش سے بھی آدمی بددل نہ ہو اور نہ بڑے سے بڑا لالچ اس کو اپنے مقصد سے ہٹا سکے۔

اس حدیث کے راوی حضرت خبابؓ نے اللہ کے دین کے لیے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ یہ مکّے کے صاحبِ حیثیت افراد میں سے نہیں تھے۔ لوہاری کا کام کرتے تھے۔ بہت سے کفّار نے ان کے پیسے دبا لیئے۔ ایک کافر نے کہا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہ مانو تو میں تمہارے پیسے دے دوں۔ انہوںؓ نے بھی بڑا سخت جواب دیا۔ کہنے لگے کہ تو اگر ایک دفعہ مر کر دوبارہ جی اُٹھے تب بھی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار نہیں کروں گا۔ خیر یہ تو معمولی نقصان کی بات ہے، اُنؓ کو جسمانی تکلیفیں بھی انتہا درجے کی پہنچائی گئیں۔ ظالم انؓ کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے۔ پیٹھ جلتی رہتی تھی لیکن یہ ہل بھی نہ سکتے تھے۔ یہاں تک کہ کوئلے جسم کے پانی اور چربی سے ٹھنڈے ہوجاتے ـــــ اتنی سخت مصیبتیں برداشت کرلینے کے بعد جب انہوں نے اور ان کے دوسرے ساتھیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کی مدد طلب کرنے کی درخواست کی تو حضورؐ نے

اظہارِ ناپسندیدگی فرمایا اور فرمایا کہ تم لوگ جلد بازی سے کام لے رہے ہو، تم سے پہلے کے لوگوں پر اس سے زیادہ بڑی مصیبتیں آئی تھیں لیکن وہ عزم و ہمت کے ساتھ دین پر جمے رہے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ترین آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ آپؐ کو جسمانی تکلیفیں بھی پہنچائی گئیں اور بڑے سے بڑا لالچ دے کر بھی دین کے کام سے ہٹانے کی کوشش کی گئی۔ مگر آپؐ نے جواب میں کہا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے میں سورج لاکر رکھ دو تب بھی میں اس کام سے باز نہ آؤں گا۔ چاہے اس سلسلے میں میری جان بھی جاتی رہے۔

عزم یعنی پکا ارادہ انسان کی اعلیٰ ترین صفات میں سے ہے۔ ڈھل مل آدمی دنیا میں کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکتا۔ کام وہی لوگ کرتے ہیں جو اپنی دُھن کے پکے اور ارادے کے سچے ہوں۔ یہ عزم ہی تھا جس کا نقشہ ہمیں غزوۂ حُنین میں نظر آتا ہے جب آٹھ ہزار مسلمان فوج تیروں کی بارش میں گھِر گئی اور مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی تو آپؐ اپنی سواری سے اُترے اور لوگوں کو بلند آواز میں پکارا: "خدا کے بندو! کہاں جاتے ہو، میری طرف آؤ" اور یہ رجز پڑھا:

انا النبی لا کذب　　انا ابن عبد المطلب

(میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)

اللہ تعالےٰ ہم سب کو عزم و استقلال کی دولت عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ
فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید: ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا

جس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لیے

بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲ - ایمپریس روڈ - لاھور

محمد یونس جنجوعہ

غرورُ الغرور

ابلیس جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کر کے بارگاہ خداوندی سے رجیم (مردود) ٹھہرا تو اُس نے مہلت مانگی تاکہ اولادِ آدم کو قیامت تک گمراہ کرتا رہے چنانچہ اُسے یوم القیامۃ تک مہلت دے دی گئی لیکن خدائے رحمٰن و رحیم نے اپنے بندوں کو بھی آگاہ کر دیا کہ شیطان ہر وقت اُن کو گمراہ کرنے کی تاک میں لگا رہے گا اور جونہی وہ موقع پائے گا انہیں گمراہ کر کے خدا کے حضور ذلیل و خوار کر دے گا۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ الاعراف ۱۸ - ۱۶

بولا (شیطان) چونکہ آپ نے مجھے گمراہ کر دیا ہے۔ میں بھی لوگوں کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھ کر رہوں گا پھر ان کو اُن کے سامنے سے بھی آؤں گا اور اُن کے پیچھے سے بھی اور ان کے داہنے سے بھی اور اُن کے بائیں سے بھی اور آپ اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔ (اللہ) نے فرمایا یہاں سے تو نکل ذلیل و خوار ہو کر۔ ان میں سے جو کوئی تیری پیروی کریگا سو میں تم سب سے جہنم کو بھر کر رہوں گا۔

اس یاددہانی کی خاطر ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو نبی

اور رسُول بنا کر بھیجتا رہا جو انسانوں کو شیطان کے دھوکے سے بچنے اور خدا کی خوشنودی کے حصول کی از حد تلقین کرتے رہے۔ انسان فطری طور پر عجلت پسند اور جلد باز واقع ہوا ہے جہاں اس کو نقد مفاد نظر آتا ہے اُس کی طبیعت ادھر لپکتی ہے لیکن خدا کے نیک بندے ہر وقت خدا کی رضا اور خوشنودی کی طرف نظر رکھتے ہیں۔ وہ ظاہری اور وقتی مفادات کے پیچھے نہیں پڑتے مگر ایسے لوگ ہمیشہ قلیل تعداد میں رہے ہیں۔

شیطان گمراہی کے شعبے کا سربراہ ہے۔ اس لئے وہ اپنے کام میں حد درجہ ماہر ہے۔ وہ ہر وقت اپنے نامسعود مشن میں مشنری سپرٹ کے ساتھ مصروف ہے اُس کا طریق واردات دھوکہ دے کر انسان کو برائی پر ورغلانہ ہے۔ ظاہر ہے کہ بُرائی کو برائی کی صورت میں پیش کیا جائے۔ تو اُس کے قبول میں پس وپیش ہوگا اس لئے وہ ہر برائی کو اچھائی کے روپ میں پیش کرتا ہے اور نقصان دہ کام کو مفید دکھلاتا ہے۔ بُرے اعمال کو دلکش اور مزیّن کر کے پیش کرتا ہے۔

شیطان نے پہلا حملہ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام پر کیا۔ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السّلام کو جنّت کے مخصوص درخت کا پھل کھانے سے روک دیا۔ لیکن شیطان نے آدم علیہ السّلام کو یہ کہہ کر اُس درخت کا پھل کھانے پر آمادہ کر لیا کہ اُس کا پھل کھا کر وہ ہمیش ہمیش کے لئے جنّت میں رہ جائیں گے۔ جنّت میں قیام کے خوش نما تصوّر کو پیش کر کے شیطان آدمؑ کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگا۔

سوچنے کی بات ہے کہ اگر شیطان آدم علیہ السلام پر کامیاب حملہ کر سکتا ہے تو عام انسان کی کیا حیثیت ہے لیکن جس طرح ہر دور میں خدائے رحمٰن و رحیم نے شیطان کے حملوں سے بچ نکلنے کی تلقین کی ہے اُسی طرح قرآن پاک میں بھی تفصیل شیطانی وساوس سے بچنے اور عمدہ کردار اور اخلاق اپنا کر اُسوہ حسنہ کے مطابق عمل کرنے کی نصیحت کی گئی ہے نیز شیطان کے پیروکاروں کو ابدی عذاب اور پیغمبروں کے فرمانبرداروں کو ابدی راحت کی خوشخبری دی گئی ہے۔

قرآن پاک میں شیطانی حملے اور دھوکہ دہی کے طریق کار کی بھی وضاحت کی

گئی ہے حتیٰ کہ شیطان کو الغرور یعنی بڑا دھوکہ باز کہا گیا ہے وہ بڑے سے بڑے آدمی کو دھوکہ دینے سے نہیں چوکتا - اسی لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں انسان کو شیطان کی شر سے رحمان کی پناہ میں آنے کی دُعا کرنا سکھایا ہے۔ شیطان انسان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتا ہے لیکن دھوکہ دینے کی غرض سے کہتا ہے کہ اس طرح مال کم ہو جائے گا - لالچ میں آکر انسان انفاق فی سبیل اللہ سے باز رہتا ہے اور اپنی دولت کے انبار اور بنیک کی پاس بک دیکھ کر پھولا نہیں سماتا اس طرح اُس کی نظر سے اللہ کی راہ میں خرچ کرکے خدا کی خوشنودی حاصل کرنا اوجھل ہو جاتا ہے - شیطان کسی کو جھوٹ بولنے، شراب پینے - رشوت کھانے اور جوا کھیلنے کی براہِ راست ترغیب نہیں دیتا بلکہ ان اعمال میں سے ہر عمل کی ایسی توجیہہ پیش کرتا ہے کہ انسان اس عملِ بد کو کرنے پر بآسانی آمادہ ہو جاتا ہے - شیطان کا یہ طریق کار بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے سے اچھی طرح واضح ہے جب وہ ہفتہ کے دن شکار کرنے سے اپنے خیال میں تو باز ہی رہے لیکن جو حیلہ سازی شیطان کی پیروی میں انہوں نے اختیار کی وہ اُن پر عذاب عظیم کا باعث بنی -

قرآن پاک کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بخشش کے لحاظ سے گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک قابل بخشش دوسری ناقابلِ بخشش - تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شرک ناقابلِ بخشش اور باقی سب گناہ قابلِ بخشش ہیں - اِنَّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ و یغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء ط ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالاً بعیدا ﴿النساء : ۱۱۲﴾ - (بیشک اللہ معاف نہیں کرتا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے دوسرے گناہ جس قدر ہوں معاف کر دیتا ہے جس کے لئے چاہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا) چونکہ شیطان انسان کا بدترین دشمن ہے اس لئے اس کا پورا زور لوگوں میں شرک پھیلانے پر رہا ہے تاکہ لوگ حتمی طور پر مغفرت خداوندی کے اہل نہ رہیں -

دنیا میں مسلمانوں کے علاوہ کچھ لوگ لامذہب، کافر بت پرست یا اہل کتاب

یہود و نصاریٰ ہیں جن میں یہود و نصاریٰ اگرچہ توحید کی تعلیم کے علمبردار تھے مگر شیطان اُن کے عقائد میں شرک کو داخل کر کے اُنہیں مشرکین کے زمرے میں شامل کر چکا ہے صرف مسلمان اب توحید کامل کے حامل ہیں جن کے سامنے قرآن پاک کی صورت میں خالق کائنات کی بھیجی ہوئی صحیح تعلیمات غیر متبدل موجود ہیں ۔ مگر شیطان کو یہ کیونکر گوارا ہو سکتا ہے کہ دنیا میں توحید خالص کی ترویج ہو چنانچہ اُس نے مسلمانوں میں بھی اِس ناقابلِ بخشش گناہ کو مزین صورت میں پیش کیا آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ کلمہ گو مسلمان بدترین شرک میں ملوث ہیں ۔

جو مسلمان نماز میں ایاک نعبد و ایاک نستعین بار بار پڑھتے ہیں وہ نبیوں اور ولیوں کی رُوحوں سے بھی استعانت کرتے ہیں اور پھر گرتے گرتے یہاں تک گر جاتے ہیں کہ گھوڑوں اور گایوں سے استعانت سے بھی نہیں شرماتے ۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہے لیس کمثلہٖ شیئٌ ۔ لیکن آج مسلمان مخلوق میں خالق کی صفات بلا تامل تسلیم کرتے ہیں ۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو آسمان اور زمین کی باریک سے باریک چیز کی حقیقت اور وجود کو جاننے والا ہے ۔ ہر شخص کو جس قدر چاہے علم عطا کرتا ہے ہر فرد کا علم اُس کے علم کے سامنے ہیچ ہے ۔

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ ۔ وما یشعرون ایان یبعثون ۝ نمل : ۶۵ (کہہ دیجئے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا اور وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے ۔

ویقولون لولا انزل علیہ ایۃ من ربہٖ ۚ فقل انما الغیب للہ فانتظروا انی معکم من المنتظرین ۝

(سُورۃ یونس : ۲۰)

اور وہ کہتے ہیں کیوں نہ اتاری گئی اس پر کوئی نشانی اُس کے پروردگار کی طرف سے ۔ پس کہہ دیجئے علم غیب تو سراسر خدا کے پاس ہے ۔ پس تم انتظار کرو ۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں ۔

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول
الی ملک - ان اتبع الا ما یوحیٰ الی - سورۃ انعام : ۵۰)

(کہہ دیجئے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اُسی وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے -

قل لا املک لنفسی نفعًا ولا ضرًا الا ما شاء اللہ - لو کنت اعلم
الغیب لاستکثرت من الخیر- وما مسنی السوءج ان انا الا
نذیر و بشیر لقوم یومنون ہ (الاعراف : ۱۸۸)

(کہہ دیجئے میں مالک نہیں ہوں اپنے واسطے برے کا اور بھلے کا مگر جو چاہے اللہ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لئے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا - میں تو ایمان لانے والوں کے لئے تنبیہ کرنے اور خوشخبری دینے والا ہوں)

قرآن پاک کی ان تصریحات کے باوجود کہ تنہا اللہ تعالےٰ ہی عالم الغیب ہے اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں آج مسلمان بڑے واضح الفاظ میں آنحضرتؐ کو عالم الغیب اور ما کان وما یکون کا علم رکھنے والا مانتے ہیں کچھ دوسرے صلحائے اُمّت اور شہداء کو علم الغیب سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن کی مندرجہ بالا تصریحات کے علاوہ قرآن میں انبیاء اور نیک لوگوں کے واقعات بھی موجود ہیں جن سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی دوسرا عالم الغیب نہیں ہے -

قرآن پاک کی رو سے تمام اختیارات کا مالک اللہ تعالےٰ ہے - وہی ہر قسم کے نفع اور نقصان کا مالک ہے - حفاظت کرنے والا - زندگی اور موت پر اختیار رکھنا والا ہے - دُعائیں سننا - نگہبانی کرنا قسمت کا بنانا بگاڑنا اُس کے ہاتھ میں ہے - حرام و حلال - جائز و ناجائز کی حدود متعین کرنا اور انسانی زندگی کیلئے کے لئے شریعت تجویز کرنا اسی کے اختیار میں ہے -

یقولون ھل لنا من الامر من شیءٍ ط قل ان الامر

کلّہٗ للّٰہ ۔ (سورۃ آل عمران: ۱۵۴)
(وہ پوچھتے ہیں کہ اختیارات میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے ۔ کہہ دیجئے اختیارات تو سارے کے سارے اللہ کے ہاتھ میں ہیں ۔

کیا پیغمبر یعنی خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندے دوسروں کے نفع نقصان کے مختار ہیں یا وہ اپنے نفع نقصان کے مالک ہوتے ہیں ۔ فیصلہ کلام الٰہی سے سُنیئے ۔ قل لا املك لنفسی ضرا و لا نفعا الا ما شاء اللہ
سورۃ یونس : ۴۹

(کہہ دیجئے میرے اختیار میں تو اپنا نفع اور ضرر بھی نہیں ۔ سب کچھ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے)

قل انی لا املك لکم ضرا و لا رشدا ۝ قل انی لن یجیرنی من اللہ احد و لن اجد من دونه ملتحدا ۝ جن : ۲۱-۲۲
(کہہ دیجئے میں تم لوگوں کے لئے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا ۔ کہہ دیجئے مجھے اللہ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اُس کے دامن کے سوا کوئی جائے پناہ پا سکتا ہوں ۔

وان یمسسك اللہ بضر فلا کاشف له الا هو و ان یردك بخیر فلا راد لفضله یصیب به من یشاء من عباده ۔ وهو الغفور الرحیم ۝
(یونس : ۱۰۷)

(اور اگر اللہ تجھے کوئی نقصان دے تو اُس کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اُس کے فضل کو کوئی پھیرنے والا نہیں ۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل کو پہنچاتا ہے ۔ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ۔)

ان قرآنی تصریحات کے مطابق اللہ تعالےٰ ہی جملہ اختیارات کا مالک و مختار ہے وہی مخلوقات کے نفع اور نقصان پر قادر ہے اگر وہ کسی کو نفع پہنچانا چاہے تو کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا ۔ اور اگر وہ کسی کو نقصان دینا چاہے تو کوئی دوسرا

اُسے نفع نہیں دے سکتا۔ لیکن آج مسلمان ہر کس وناکس کو مشکل کشا۔ حاجت روا اور داتا کے نام دیتے اور اللہ کی کتاب کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے شرک کا ارتکاب کر رہے ہیں اور بڑے دھوکے باز سے دھوکا کھا رہے ہیں اس ضمن میں مزید سُنئے :۔

ذلکم اللہ ربکم لہ الملک ط۔ والذین تدعون من دونہ مایملکون من قطمیر ہ ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم ج ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم (فاطر: ۱۴-۱۳)

(یہی ہے اللہ پروردگار تمہارا۔ اُسی کے واسطے ہے بادشاہی اور اُس (اللہ) کو چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے مالک بھی نہیں ہیں اگر انہیں پکارو تو تمہاری دعائیں سن نہیں سکتے اور اگر سن لیں تو اُن کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کریں گے)

قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا ہ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ ان عذاب ربک کان محذورا ہ

(بنی اسرائیل ۵۶-۵۷)

(ان سے کہئے پکار دیکھو ان معبودوں کو جن کو تم خدا کے سوا اپنا کارساز سمجھتے ہو وہ کسی تکلیف کو تم سے ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں بیشک تیرے پروردگار کا عذاب ایسا ہی ہے کہ اُس سے خوف کھایا جائے۔)

صاف ظاہر ہے کہ یہ آیات بتوں کے متعلق نہیں ہیں بلکہ صلحائے اُمت اور بزرگان

دین کے متعلق ہیں - ہمیشہ سے شیطان کا یہ طریق کار رہا ہے کہ وہ عوام کو انبیاء اور صلحاء کی قبروں کی طرف متوجہ کرتا ہے کیونکہ لوگ بزرگوں پر اعتقاد اور حسن ظن رکھتے ہیں - اس یقین کا فائدہ اٹھا کر وہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے کہ یہ قبروں کے اندر بھی تمہاری ہر طرح کی بات سنتے ہیں اور مدد کو پہنچتے ہیں - وہ خدا رسیدہ ہیں اس لئے تمہاری مشکلات خدا تعالےٰ سے سفارش کر کے حل کرا دیں گے چنانچہ لوگوں نے بزرگوں کی قبروں کو بچا کر رکھنے کے لئے پختہ - مضبوط اور خوبصورت بنایا اور اُن پر عمارتیں کھڑی کیں - اُن کے مزار مرجع خلائق بن گئے - اُمت مرحومہ پر بھی شیطانی دھوکہ اثر انداز ہوا اور وہ یہود و نصاریٰ کی طرح قبروں کا طواف کرنے - وہاں دُعائیں مانگنے اور حاجات طلب کرنے میں مشغول ہو گئے اور شرک کا ارتکاب کر کے ابلیس کے تکمیل مشن کا باعث ہوئے - حالانکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے ظہور کے اس قدیم ترین راستے کو یہ کہہ کر قطعی مسدود کر دیا تھا کہ میں تمہیں قبروں کو پختہ کرنے اور اُن پر عمارت بنانے سے منع کرتا ہوں -

عن جابرؓ قال نھیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ -

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں رسول اللہ نے منع فرمایا ہے کہ قبروں کو پختہ کیا جائے ان پر عمارت بنائی جائے اور اُس پر بیٹھا جائے -

عن جابرؓ قال نھیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یکتب علیھا وان توطأ -

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

(حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ منع فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے سے اور قبروں پر لکھنے سے اور قبروں کو روندنے سے -

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زندگی بھر نہ کسی کی قبر پختہ کی نہ اُس پر عمارت بنوائی اور کوئی تحریر لکھوائی - خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی اسی

سُنّت پر عمل رہا ۔ خود عم رسُول حضرت حمزہؓ ۳ھ میں میدان احد میں شہید ہوئے ۔
آپؐ نے انہیں سیّد الشہداء کہا خود اُن کی تجہیز و تکفین کی ۔ اُن کی قبر عہد رسالت
میں اسی طرح خاک کی بنی ہوئی رہی عہد صحابہ میں بھی بحالہ قائم رہی اور آج تک
میدان اُحد میں بغیر عمارت اور قبے کے موجود ہے ۔ رسول پاکؐ کے واضح ارشادات
آپ کے اُسوۂ حسنہ اور خلفائے راشدین کے طریقے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے
آج مسلمان اپنے بزرگوں کی قبریں پختہ بنا رہے ہیں ان پر عمارتیں اور قبے تعمیر
کر رہے ہیں ان کے اوپر تحریریں لکھ رہے ہیں ۔ یہ کیوں ہو رہا ہے ؟ یہ سب کچھ
شیطانی دھوکے کے سوا کچھ نہیں ۔ شیطان اچھے روپ میں بُرے کام پیش کرتا
ہے و بزرگوں کے احترام کے جذبے سے کام لے کر ہمیشہ بنی نوع انسان کو گمراہ کرتا رہا
ہے ۔ حالانکہ بزرگوں کے احترام کا طریقہ خود شریعت اسلامیہ صحابہ کرامؓ اور تابعین
کے عمل سے واضح ہے ۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو بزرگوں کے گستاخ سمجھنا خود
پرلے درجے کی حماقت ہے ۔ جس طریق سے وہ اپنے بزرگوں کا احترام کرتے تھے ۔
وہی صحیح طریقہ تھا ۔ قبر پرستی کا اس دور میں نشان تک نہیں ملتا ۔

مختصر یہ ہے کہ جس طرح شیطان کی ہمیشہ سے یہ سر توڑ کوشش ہے کہ
لوگوں کو ناقابلِ معافی گناہ (شرک) میں مبتلا کر کے اُن پر جنت کا دروازہ بند کر دے
اسی شدّت کے ساتھ ہمیں اس بات کا احساس ہر وقت پیش نظر رہنا چاہیئے
کہ شرک ہم سے ہرگز سرزد نہ ہو ۔ ہم بار بار اپنے اعمال کا جائزہ قرآن وسنت کی
روشنی میں لیتے رہیں اور اطمینان کر لیں کہ ہم کسی شیطانی دھوکے میں آ کر وہ کام تو
نہیں کر رہے جن سے ہادی اعظم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع کیا ہے ۔ کیونکہ یہ
شیطانی دھوکہ انجام کار ابدی زندگی کی تباہی کا موجب بنے گا ۔ جیساکہ قرآن
پاک میں ارشاد ہے ۔

من یشرك باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ ومأوٰہ
النار ۔ (مائدہ : ۷۲)

جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا پس اللہ نے اُس پر
جنت حرام کر دی اور اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے ۔

PEPSI

MIRINDA

پنجاب بیوریجز کمپنی لمیٹڈ۔ فیصل آباد۔ فون: ۲۶۰۳۱
۲۳۹۳۱

ابوالکلامیات

مرسلہ: ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی

اختلافِ الوان اور قرآنِ حکیم

(۱)

"الہلال" ۲۴ رجون ۱۹۱۴ء

قرآنِ حکیم میں جہاں کہیں قدرتِ الٰہی اور مظاہرِ خلقت کے عجائب و غرائب پر انسان کی توجہ دلائی ہے وہاں خاص طور پر رنگوں کے ان مظاہر متنوعہ و عجائب مختلفہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور طرح طرح کے رنگوں کے ہونے اور ان کے اختلاف کو قدرتِ الٰہی اور حکمتِ ربانی کی ایک بہت بڑی علامت قرار دیا

خلاصۂ آمور: عالم کائنات کے بے شمار و بے تعداد مظاہرِ خلقت کی طرح رنگوں کا اختلاف بھی قدرتِ الٰہی کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حسن و جمالِ عالم محض ایک بے ارادہ و تعقل مادۂ خلقت کی حرکت اور ترکیبِ اتفاقی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی ارادہ وراء الوریٰ ضرور ہے۔ جس کے دستِ قدرت و حکمت کی مشاطگی یہ تمام نیرنگِ صناعت دکھا رہی ہے۔

قرآن کریم نے اسی امر کو دوسری آیتوں میں واضح کیا ہے۔ جبکہ منکرینِ الٰہی سے پوچھا ہے:۔

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ	"کیا وہ ہستی جو پیدا کرتی ہے اور وہ
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (۱۶ : ۱۷)	جو کچھ پیدا نہیں کرسکتی دونوں برابر ہیں!

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ غور نہیں کرتے۔

کیا ایک خالق و صانع ہستی، جو صفاتِ واجبۂ ارادۂ عقل و علم سے متصف ہے اور ایک بے ارادہ و تعقل شے (خواہ وہ افلاک کی حرکت ہو۔ خواہ وہ اجزاء و سالمات و یتھرالیسی) دونوں ایک طرح ہو سکتے ہیں! حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ ایک صاحبِ ارادہ و عقل، خالق کی ہستی کی شہادت دے رہا ہے۔ یہاں صرف "خلقت" کا لفظ فرمایا۔ اور

کہا کہ خلق کرنے والا اور وہ جو خلق نہیں کرتا، برابر نہیں ہو سکتے۔ خلق وہی کر سکتا ہے جو ارادہ و تعقل رکھتا ہو۔" لا یخلق" کے اندر تمام چیزیں آگئیں۔ جو قوت خالقیت نہ رکھتی ہوں اور خالقیت کے لئے ارادہ و تعقل مستلزم ہے۔ پس فی الحقیقت اس آیت میں نیز اس کی ہم مطالب دیگر آیات میں انہی لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو وجود الٰہی کی جگہ کسی بے ارادہ و تعقل شے کو خلقتِ عالم کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ یونانیوں کی حرکتِ افلاک ہو یا موجودہ زمانے کے اجزاء سالماتِ ابتدائیہ۔ ان آیات کو بتوں سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ اب تک سمجھا گیا۔

اختلافِ الوان کے اندر بڑی بڑی مصلحتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ وہ محض ایک ظہورِ حُسن اور نمائش خلقت یا فطرت کا اتفاقی نمود ہی نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہر جگہ تذکیر و تفکر پر کیوں نہ زور دیا جاتا اور علی الخصوص سورہ روم کی آیت وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ (۳۰:۲۱)

اس باب میں آیت ۳۵ : ۲۷ عجیب و غریب ہے :۔ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ۔ اور اس سلسلہ کی ایک آیت ہے جس کی بناء پر بعض نئے استدلالاتِ قرآنیہ میرے ذہن میں ہیں۔ اختلاف الوان وغیرہ مظاہر خلقت و اسرار کائنات کا ذکر کر کے فرمایا۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ اللہ کے وہی بندے خوف و خشیت اپنے اندر پاتے ہیں جو صاحبانِ علم ہیں۔

اس بیان کے ساتھ ہی "خشیتِ الٰہی" اور علماء کا ذکر بغیر کسی ربطِ حقیقی کے نہیں ہو سکتا۔ اس سے صاف صاف واضح ہوتا ہے کہ خدا کی ہستی کا یقین، اس کی شناخت اور اس کے صفات کی معرفت کے بغیر اس کا خوف پیدا نہیں ہو سکتا اور قرآن کریم اس یقین کے حصول کا ایک بڑا وسیلہ یہ بتلاتا ہے کہ خلقتِ عالم کے حقائق و اسرار اور اختلاف و تغیرات کی کُنہہ و حقیقت کا علم حاصل کرو تاکہ مصنوعات کی نیرنگیاں اور عجائب آفرینیاں صانع مطلق کی حکمتوں کا سراغ بتلائیں اور معرفتِ الٰہی کا یقین و اذعان ترقی کرے۔
چونکہ یہ کام ان لوگوں کا ہے جو اربابِ علم و تحقیق ہیں اور جن کا شمار علمائِ حقیقت میں ہے۔ اس لئے فرمایا کہ یہ عجائب عالم اور یہ اختلاف الوان جو کائنات کی ہر نوع اور ہر قسم میں جلوہ گر ہے۔ اس کے اسرار و مصالح پر غور کرنے والے ہی وہ بندگانِ الٰہی ہیں جن کے لئے ان کا

مطالعہ معرفتِ الٰہی کا وسیلہ ہوتا ہے اور پھر معرفتِ الٰہی، مقام خشیت وعبودیت کے لئے راہنما ہوتی ہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

اختلافِ الوان، ایک قانونِ خلقت ہے جو تمام انواع میں جاری وساری۔ عالم جمادات، نباتات، حیوانات، کوئی نوع نہیں جس کے اندر طرح طرح کی رنگتوں کا ظہور نہ ہو۔ پس یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسا ظہور، کسی بڑی ہی مصلحت وحکمت پر مبنی نہ ہو!

اختلاف الوان (۲)

الہلال یکم جولائی ۱۹۱۲ء

ہم نے گذشتہ نمبر میں قرآن کریم کی وہ آیتیں جمع کر دی تھیں، جن میں رنگوں کے اختلاف ظہور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور آخر میں حسب ذیل نتائج اخذ کئے تھے:۔

۱۔ قرآن کریم کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ مثل اور بے شمار مظاہر خلقت کے، رنگتوں کا اختلاف بھی خدا کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے

۲۔ اختلافِ الوان کے اندر قدرت الٰہی کی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں جن کو صاحبان عقل وفکر ہی سمجھ سکتے ہیں۔

۳۔ اختلافِ الوان ایک قانون ہے جو ہر نوع میں جاری وساری ہے۔ پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا عام ظہور مصالح واسرار پر مبنی نہ ہو۔ جبکہ قدرتِ الٰہیہ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔

اس کے بعد ہم نے لکھا تھا کہ شارحین علم کی تحقیقات اس بارے میں معلوم کرنی چاہئیں کہ وہ اختلافِ الوان کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ آج ہم صرف حیوانات کے رنگوں پر نظر ڈالیں گے۔

اختلافِ الوان اور علم الحیوان

یہ مسئلہ علم الحیات (BIOLOGY) اور علم الحیوانات (ZOOLOGY) کا مشترک موضوع ہے۔

جس قدر تحقیقات اس وقت تک ہوئی ہیں وہ گو ایک مرتب صورت میں مدوّن

کردی گئی ہیں۔ تاہم انہیں ابتدائی درجہ سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ کیونکہ مقاصد دلائل کا بہت کم حصہ سامنے آیا ہے اور بہت بڑا میدان ابھی باقی ہے۔

علمائے " وظائف الاعضاء (PHYSIOLOGY) کے ایک گروہ کی تحقیقات یہ ہیں کہ حیوانات میں اختلافِ الوان محض PHYSIOLOGICAL اسباب سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس میں قدرت کے کسی ارادے اور قصد یا تقدیر و تخمین کو دخل نہیں ہے۔ (فزی یالوجی) کا صحیح ترجمہ " علم وظائف الاعضاء " ہے۔" فزیالوجیکل اسباب " یعنی وہ اسباب و مؤثرات جن کا تعلق علم وظائف الاعضاء سے ہے۔ پس ہم پہلے ان کی تحقیقات کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

فزی یالوجیکل اسباب

مادی اشیاء خواہ وہ حیوانات ہوں یا نباتات و جمادات، ان کے لئے اکثر حالتوں میں رنگ لازمی ہے۔ حیوانات و نباتات ایک طرف رہے جمادات میں بمشکل کوئی ایسی مثال ملے گی جس کا پانی اور بعض خاص غازوں (گیس) کی طرح کوئی خاص رنگ نہ ہو۔ چونکہ تمام حیوانات اور نباتات کے جسم جمادات سے مرکب ہیں! اس لئے طبعی طور پر ان کے جسموں میں ان جمادات کے رنگوں کا موجود ہونا ضروری ہے البتہ ہماری آنکھوں کو صرف وہی رنگ نظر آتا ہے جو جسم کی بالائی سطح سے قریب ہوتا ہے مگر جب کسی جسم کی تشریح کی جاتی ہے تو اس میں ان تمام جمادات کے رنگ یا ان کے آثار نظر آجاتے ہیں جن سے ان کا قوام مرکب ہوتا ہے۔

علم الحیات کی اصطلاح میں حیوانات کی ایک قسم پر دٹوزوا (PROTOZOA) یا حیواناتِ اولی ہے جس قسم کے حیوانات پر اس اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے ان کی نسبت ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا درحقیقت وہ سلسلۂ حیوانات کا اولین حلقہ ہیں یا ان سے پہلے بھی کوئی اور کڑی ہونی چاہئے! قطعی جواب تو اس کا کوئی نہیں دیا گیا اور غالباً دیا بھی نہیں جا سکتا۔ البتہ بہ معلوماتِ موجودہ یہ مسلّم ہے کہ اس وقت تک جس قدر حیوانات دریافت ہوئے ہیں ان سب میں بسیط ترین اور اوّلین حیوان یہی ہیں۔

ان حیوانات کے جسم سے ایک خاص قسم کا لیس دار مادہ نکلتا ہے۔ اس مادہ سے جب باہر کے ذرّے ملتے ہیں تو فوراً چپک جاتے ہیں۔ اور ان سے ایک خول (کیس)

ساتیار ہو جاتا ہے۔ عموماً اس خول کا رنگ حیوان کے جسم کا رنگ سمجھا جاتا ہے۔ غور کرو کہ اس میں رنگ کس شے کا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ بالوں کے علاوہ اور کس شے کا ہوگا۔

حیوانات کے ظاہری اعضاء کی طرح اندرونی اعضاء کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً جگر کا رنگ اور ہے۔ آنتوں کا اور۔ دل کا رنگ ایک ہے اور گردہ کا دوسرا۔ وعلیٰ ہٰذا۔ مگر ظاہری اعضاء کی طرح ان کے رنگوں کا اختلاف بھی فزیالوجیکل اسباب ہی کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ان کی کیمیاوی تشریح کے نتائج اس کی تشفی بخش شہادت دیتے ہیں۔ انتہیٰ۔

تحقیقِ مزید

یہاں تک علم وظائف الاعضاء کی اس جماعت کے بیان کا خلاصہ تھا جو کہتی ہے کہ اختلاف الوان محض حیوانات کی جسمانی ترکیب کا ایک اتفاقی نتیجہ ہے۔ اس میں فطرت کے کسی خاص ارادہ اور مقصد کو دخل نہیں۔

لیکن اگر اس تحقیق کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ قرآنِ کریم کا اختلافِ الوان کو قدرت الٰہی کی ایک نشانی قرار دینا اور بار بار "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ" "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ" "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ" (نعوذ باللہ) بالکل باطل ہے۔ کیونکہ نشانی وہی چیز ہو سکتی ہے جس کے اندر خلقت قدرت و فطرت کے اسرار و حکم اور معارف و مصالح پوشیدہ ہوں۔ لیکن اگر وہ محض حیوانات کے جسمانی حالات کا ایک ایسا نتیجہ ہے جس میں فطرت کے کسی خاص مقصد اور غرض کو دخل نہیں۔ تو اس کے وجود میں حکمت کی نشانی کیونکر ہو سکتی ہے۔

بہ حیثیت مسلمان ہونے کے ہم اس تحقیق پر قانع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا" خدایا تو نے اس عالم کائنات کی کوئی چیز بھی بغیر کسی مقصد و مصلحت کے نہیں بنائی ہے۔ اور ہم کو بتلایا گیا ہے کہ "وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ" (۴۴:۳۸)

پس ہماری تشفی صرف وہی علم کر سکتا ہے جو قدرت کے اسرارِ خلقت کو ہم پر منکشف کر دے۔ ہماری کتاب ہدایت نے ہم کو ایسی ہی تحقیقات کا عادی بنایا ہے۔ اور ہمارا معیارِ علم بہ حیثیت حاملِ قرآن ہونے کے حاملین علم سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ ؛ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (۴۵ : ۳۰) بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ يَلْعَبُوْنَ (۴۴ : ۶)

قانونِ مقایسہ

خود علمائے حیوانات و علم الحیات ہی نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ جاندار چیزوں کی بالیدگی ایک عام قانون کے ماتحت ہوتی ہے جس کو "موازنہ" یا "مقایسہ" کہہ سکتے ہیں۔ یعنی مختلف اشیاء کو باہم قیاس میں لانا اور ان کا موازنہ کرنا۔ یہ قانون جس طرح حیوانات کے قد، حجم اور اندرونی ساخت میں نافذ ہے بالکل اسی طرح رنگ میں بھی جاری ہے۔ چنانچہ جب ہم مختلف اللون حیوانات کو غور سے دیکھتے ہیں تو ان کی رنگا رنگی اسی قانون کے ماتحت نظر آتی ہے۔

شیر اور چیتے کے جسم کو دیکھو۔ مور کے پروں کا مطالعہ کرو۔ کس نظام و ترتیب اور تناسب و تقابل کے ساتھ ایک بہتر سے بہتر نقاش کی طرح نقاشی کی گئی ہے جس سے زیادہ متناسب اور باقاعدہ نقش و نگار ہو نہیں سکتے۔ مختلف قسم کے ہوائی پرندوں پر نظر ڈالو اور ان چھوٹی چھوٹی تتلیوں کو دیکھو جو شام کو اڑتی ہوئی دیواروں پہ آکر بیٹھ جاتی ہیں۔ ان کے پروں میں نقش و نگار رنگین کا نمونہ کیسا باقاعدہ، کیسا منظم، کیسا مرتب، کس درجہ بااصول ہے۔ ایک معمولی نقاش چند لکیریں بھی کھینچتا ہے تو کسی نہ کسی تصویر یا نقش کے مقصد کو اپنے سامنے رکھتا ہے۔ پھر کیا قدرت کی اتنی بڑی نقاشی محض ایک بے قصد و مقصد اتفاق و ترکیب جسمی ہی کا نتیجہ ہے اور کوئی غرض اور کوئی حکمت اس میں پوشیدہ نہیں؟ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا (۶ : ۱۴۸) مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (۶۸ : ۳۶) وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ ؟ (۱۶ : ۶۲)

علماءِ حیوانات قانونِ مقایسہ کو رنگوں میں ایک باقاعدہ مؤثر قانون تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر شیر کے خطوط میں ایک محسوس تسویہ اور نظام محفوظ ہوتا ہے تو اس کی وجہ صرف یہی قانون ہے۔ جس کے سبب سے اس کے دونوں پہلوؤں میں مماثلت و مساوات نظر آتی ہے۔

بے شک بعض مثالیں ایسی بھی ملیں گی جہاں یہ قانون بظاہر غیر مؤثر نظر آئے گا۔ لیکن جب زیادہ دقتِ نظر سے کام لیا جائے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ دراصل وہاں بھی

یہ قانون محفوظ ہے۔ مگر کسی غیر طبیعی سبب سے (مثلاً مختلف قسموں کے باہمی اختلاط سے، یا گرد و پیش کے بعض مؤثرات خارجیہ سے یا بعض عوارض اور ان کے توارث وغیرہ سے یہ حالت پیدا ہو گئی ہے

مماثلتِ وسط

پس ہم تلاش و جستجو میں آگے بڑھتے ہیں اور علم الحیوانات کی بلند تر تحقیقات و معلومات کو ڈھونڈھتے ہیں۔ ہمارے سامنے محققین فائزین کا ایک گروہ آتا ہے جس نے اسرار الوان کا غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے اور اسے محض فزیالوجیکل مؤثرات کا نتیجہ بے قصد سمجھ لینے پر ہماری طرح قانع نہیں ہے۔ اس بارے میں ہمیں سب سے زیادہ مشہور معلّم، چارلس ڈارون کا ممنون ہونا چاہیئے جس نے اپنے سفر امریکہ کے جمع کردہ جانوروں کے متعلق تحقیقات کرتے ہوئے اس موضوع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے بعد بعض حکماء حال ہیں جو علم الحیوانات کی تحقیق طلب راہوں میں تلاشِ منزل مقصود کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں۔

قانونِ نشو و ارتقاء ڈارون ازم کا بنیادی مسئلہ ہے جس کا ترجمہ "قانونِ مطابقت" کیا گیا ہے۔ اور "تاثراتِ وسط" سے بھی اسے تعبیر کرتے ہیں۔ الہلال جلد ۲ نمبر ۲ میں ڈاکٹر رسل ویلس پر مضمون لکھتے ہوئے ہم اس قانون کی تشریح کر چکے ہیں۔

مختصر لفظوں میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حیوانات پر ان کے گرد و پیش اور مولد و موطن کے تمام حالات کا اثر پڑتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ ان کے اعضاء اور جسم میں تغیرات پیدا کر دیتا ہے۔ جس قسم کی آب و ہوا میں رہتے ہیں اسی کے مناسب ان کے جسم کی ہر شے ہو جاتی ہے۔ گرد و پیش کے حالات کو عربی میں "وسط" کہتے ہیں جو انگریزی کے لفظ (Middle) کا ترجمہ ہے۔ اسی اصطلاح کو ہم نے بھی اختیار کیا ہے۔

اسی قانون مطابقت سے اختلافِ الوان کے ایک بہت بڑے بھید کا سراغ لگتا ہے۔

علماء حیوانات کی تحقیق ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ اشیاء کا رنگ ان اجزاء کے رنگ کا نتیجہ ہوتا ہے جن سے وہ ترکیب پاتے ہیں۔ مثلاً پتہ سبز ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں کلوروفل (CHLOROPHIL) ہوتا ہے جو سبز ہوتا ہے۔ خون سرخ ہوتا ہے

کیونکہ وہ بے شمار چھوٹے چھوٹے کریات دمویہ سے مرکب ہے اور ان کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔

پس صرف نباتات وجمادات کو پیشِ نظر رکھو اور غور کرو کہ کرۂ ارض کے مختلف حصوں میں عالم نباتات وجمادات کی جس قدر پیداوار ہیں ان کی رنگت کے اجزاء کی وجہ سے ایک خاص قسم کی ہوگئی ہے۔ جن کی ان حصوں میں قدرت نے کثرت و فراوانی رکھی ہے۔ اور اسی لئے ہر حصۂ زمین میں کسی خاص رنگت کا غلبہ واحاطہ ہے۔

جب حیوانات ان حصوں میں رہنے لگے تو قانونِ مطابقت نے جس طرح ان کی تمام جسمانی حالت اور قویٰ کو ان کے وسط ــــ گردوپیش ــــ کے مطابق بنادیا اسی طرح ضرور تھا کہ ان کی رنگت بھی ان کے وسط کے مطابق ہوتی۔ کیونکہ قانون مطابقت ہر جسمانی انفعال پر مؤثر ہے۔

چنانچہ تحقیقات سے نظر آتا ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ حیوانات کی ایک بہت بڑی تعداد کے متعلق ثابت ہوچکا ہے کہ ان کے جسم کی رنگت بعینہٖ ویسی ہے جیسی رنگت ان کے گردوپیش کے درختوں، پھولوں، پتوں، پتھروں اور زمین کی ہے۔ یا ان طبیعی موجودات کی ہے جن سے وہ خطہ گھرا ہوا ہے۔ علماءِ نشوونما نے اس حالت کو ایک خاص مؤثر طبیعی تسلیم کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ "مماثلتِ وسط" ہے۔ یعنی گردوپیش کے مطابق حیوانات کے جسم کے رنگ کا بھی ہونا۔

مثلاً شیر نیستان میں رہتا ہے۔ اس کا اصلی وطن وہی ہے گو وہ کسی غار کے اندر یا دریا کے اندر یا دریا کے کنارے بھی لیٹا ہوا نظر آجائے۔ پس اسی لئے اس کی کھال کے بالوں کا رنگ دھاری دار، خاکی یا مٹیالا ہوتا ہے۔

بعض شیر ایسے ہیں جو ریگستان میں رہتے ہیں۔ ریت کی رنگت تمہیں معلوم ہے۔ پس ان کے جسم کی رنگت بھی گرد آلود زردی مائل اور بالکل ریت کی سی ہوتی ہے۔

قطب شمالی کے دب کی رنگت دیکھی گئی ہے کہ بالکل سفید ہوتی ہے کیونکہ اس کے وطن کی زمین ہمیشہ برف سے سفید رہتی ہے۔ اس طرح کے بے شمار پرندے ہیں جو درختوں میں آشیانے بناتے ہیں اور ان کی رنگت بالکل ان پتوں کی سی ہوتی ہے۔ جو ان درختوں کی شاخوں میں لٹکتے ہیں۔

یہ مماثلت خواہ حیوانات اولی (PROTOZOA) کے لیس دار جسم کے ساتھ خارجی اجزاء ارضیہ کے مل جانے کا نتیجہ ہو جیسا کہ علماء وظائف الاعضاء کا قول اوپر گذر چکا ہے یا کسی مخفی قانونِ طبیعی کا نتیجہ ہو جیسا کہ بحمد اللہ ہمارا اعتقاد ہے۔ مگر بہرحال قانونِ نشو وارتقاء کے علماء تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے اندر بعض بیش بہا منافع اور حکمتیں نظر آتی ہیں۔

ازاں جملہ ایک حکمت جس تک فہم انسانی دسترس پا سکتی ہے کہ یہ مماثلت حیوانات کی زندگی کے بقاء اور دشمنوں سے حفظ کا ایک بہت بڑا وسیلہ ہے۔ یہ اگر نہ ہوتی تو ہزارہا حیوانات دنیا سے نابود ہو جاتے۔ اس مماثلت کی وجہ سے وہ اپنے دشمنوں اور اپنے سے قوی تر حیوانات کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی رنگت اور ان کے گرد وپیش کے اشیاء کی رنگت ایک ہی ہے۔ اس لئے ان کے دشمن کی نظریں ان کے وجود کو اردگرد کی چیزوں سے الگ کر کے نہیں دیکھ سکتیں اور وہ ان کے حملے سے محفوظ رہ جاتے ہیں۔ گویا رنگت ان کے لئے ایک بہترین کمین گاہ کا کام دیتی ہے۔

برفستان کے اندر ان جانوروں کو دیکھ لینا کس قدر مشکل ہے جن کی رنگت کی سفیدی اور برف کی سفیدی میں کچھ فرق نہیں؟ ریگستان کے اندر ان جانوروں کو کیونکر دور سے پہچانا جا سکتا ہے جو ریت کے کسی ٹیلے کے ساتھ لگ کر لیٹ گئے ہیں اور ان کی کھال بالکل اسی رنگت کی ہے جو رنگت ریت کی ہوتی ہے۔

اس کا صحیح اندازہ ان لوگوں کو ہو سکتا ہے جو شکار کے شائق ہیں اور بسا اوقات جنگلوں میں سانپ کی نکلی ہوئی دم کو ایک خوشنما اور رنگین پتہ سمجھ کر پکڑ لیا ہے۔ حالانکہ وہ اس رنگت والی جلد کا سانپ تھا جس رنگت کے پتوں اور گھاس سے جنگل کا وہ ٹکڑا ابھرا ہوا تھا۔

یہ دنیا تنازع للبقاء (STRUGGLE FOR EXISTENCE) کا میدان کارزار ہے اور ہر حیوان اپنے دشمنوں کی بڑی بڑی صفیں اپنے سامنے دیکھتا ہے جو اس کے قرب وجوار ہی میں پھیلی ہوئی ہیں یا اس فضاء میں اڑتی پھرتی ہیں جو اس کے اوپر پھیلا ہوا ہے۔ پس غور کرو کہ اگر ان حیوانات کی رنگت اس زمین اور وسط کے مطابق نہ ہوتی جس میں وہ رہتے ہیں تو ان کو اپنے گھروں سے نکل کر تلاشِ غذا میں پھرنا اور زندہ رہنا کس قدر مشکل ہو جاتا؟ لیکن قدرتِ الٰہیہ اور حکمتِ ربانیہ نے ان کی رنگت کو ان کے وسط کی رنگت کے مثل بنا کر انہیں دشمنوں کی نظروں سے آڑ میں کر دیا۔ وہ نکلتے ہیں۔ زمین میں پھرتے

ہیں۔ ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت پر جاتے ہیں۔ مگر ان کے دشمن اکثر اوقات پہچان نہیں سکتے۔ وہ کسی درخت کی شاخ یا مٹی کے ٹیلے کے ساتھ لگ کر چھپ جاتے ہیں اور ان کا رنگ ان چیزوں کے ساتھ مل کر دشمنوں کی نظروں کو دھوکہ دے دیتا ہے۔ "ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون" یہ مماثلت کیونکر پیدا ہوئی۔؟

اگر ایک طبیعاتی مذاق رکھنے والا قدرت کی نوازش و مہربانی کے علاوہ کسی دوسرے جواب کا بھی طالب ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان حیوانات میں پہلے وہ تمام رنگ پیدا ہوئے جنہیں علم وظائف الاعضاء کے قاعدے سے پیدا ہونا چاہیئے تھا مگر بعد کو انتخاب طبیعی کا عمل شروع ہوا جس کے معنی یہ ہیں کہ فطرت صرف قوی، موافق، مناسب، موزوں اور صحیح وسالم چیزوں ہی کو باقی رہنے دیتی ہے اور نشو و نما کے لئے چھانٹ لیتی ہے۔ باقی معدوم و نابود ہو جاتے ہیں۔ پس یہ انتخاب جب نافذ ہوا تو صرف وہی رنگ رہ گئے جو ان کے وسط و محیط کے مناسب تھے اور بقیہ رنگ بہت سے اعضاء کی طرح ناپید ہو گئے۔

انتخابِ جنسی

اس سے بھی بڑھ کر اختلافِ الوان کے مصالح و اسرار کا سراغ اس نظریئے سے لگتا ہے جسے انتخابِ جنسی (SEXUAL SELECTION) کہتے ہیں۔

خواہ اسباب کچھ ہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ ہر قسم کے حیوانات کی خاص خاص اور الگ الگ غذائیں ہیں۔ علم وظائف الاعضاء کی رو سے جسم پر جن چیزوں کا اثر پڑتا ہے، ان میں ایک بہت بڑی شے غذا بھی ہے۔ غذا کا اثر رنگ پر بھی پڑتا ہے جو بقدر استعدادِ طبیعی کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔

چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ حیوانات کی غذاؤں کے رنگ اگر روشن ہیں تو خود ان کے جسم کے رنگ بھی روشن ہیں۔ اگر غذا کا رنگ تاریک ہے تو خود ان کا رنگ بھی تاریک ہے۔

مثلاً طوطا زیادہ تر پھل کھاتا ہے اس لئے اس کا قیام پھل والے درختوں میں رہتا ہے۔ درختوں کے رنگ عموماً روشن ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا رنگ بھی روشن ہے۔ یا بعض قسم کی مکھیاں ہیں۔ جو اصطبلوں میں رہتی ہیں۔ چونکہ وہ نجاست پر زندگی بسر کرتی ہیں جس کا رنگ تاریک ہوتا ہے اس لئے خود ان کا رنگ تاریک ہو جاتا ہے۔

ایک عرصے کے استعمال سے جانوروں کو اپنی غذاؤں کے رنگ سے ایک خاص قسم کی موانست و الفت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب ان کی تناسلی خواہش میں حرکت ہوتی ہے تو وہ دوسری جنس کے انہیں افراد کی طرف بالطبع زیادہ مائل ہوتے ہیں جن میں ان کی غذاؤں کے رنگ زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ یہی شے ہے جسے انتخاب جنسی کہتے ہیں۔ پس جسطرح قانونِ ارتقاء کا انتخاب طبیعی ایک مدت مدید کے بعد پوری نوع کی نوع میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے اسی طرح انتخابِ جنسی بھی انواع کے رنگ پر حیرت انگیز تغیرات طاری کر دیتا ہے۔

بہت سے جانور ایسے ہیں جن کے رنگ عام طور پر تو معمولی حالت میں رہتے ہیں مگر جب ان کے توالد و تناسل کا موسم آتا ہے اور نر و مادہ کی یکجائی ضروری ہوتی ہے تو رنگوں میں ایک دلفریب چمک دمک اور ایک خاص رونق و حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ حیوانات کی بعض انواع یعنی کبوتر، فاختہ، مور ایسے ہیں جو اتحاد تناسلی سے پہلے اپنی مادہ کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے مستانہ رقص و تواجد (یعنی ناچتے) اور اپنے پروں کے دلفریب رنگوں کی ایک خاص انداز سے نمائش کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کے اندر دلفریبی و رعنائی کی کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ جو بے اختیار مادہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جذبہ طبیعی کے لئے اختلافِ الوان ایک بہت بڑا معین خارجی ہوتا ہے۔

غرضیکہ حیوانات کی جنسی خواہش پر رنگوں کا اثر پڑتا ہے اور زیادہ تر وہی رنگ مؤثر ہوتے ہیں جو محبوب، دلفریب، نظر افروز اور دلپسند ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حیوانات کی نسل کی افزائش و حفاظت کے لئے قانونِ انتخابِ جنسی اپنا کام کرتا رہتا ہے اور حیوانات کی رنگت ایک بہت بڑے مقصد حیات کو پورا کرتی ہے۔

خلاصہ بحث

ہم نے بہت اختصار و ایجاز سے کام لیا۔ کیونکہ ابھی اختلافِ الوان کا بہت بڑا میدان یعنی عالم نباتات کی بحث باقی ہے۔ امید ہے کہ مندرجہ ذیل امور قارئین کرام کے سامنے آگئے ہوں گے۔

۱۔ اختلافِ الوان کے متعلق شارحین و حاملینِ علم نے جو کچھ تحقیق کیا ہے اس میں ابھی تحقیقاتِ مزید کی بہت بڑی گنجائش باقی ہے۔ تاہم موجودہ تحقیقات سے بھی

ثابت ہوتا ہے کہ اختلافِ الوان کے اندر حکمتِ الٰہیہ نے بعض عجیب و غریب اسرار و مصالح رکھے ہیں اور آگے چل کر نہیں معلوم اور کس قدر اسرار منکشف ہوں گے ؛ قرآن حکیم اسی لئے انہیں حکمتِ الٰہی کی نشانی کہتا ہے۔

۲۔ قرآن حکیم نے اس زمانے میں جبکہ انسان کی معلومات محدود تھیں، اسرار خلقت کے چہرے پر نقاب پڑا ہوا تھا۔ اور اس کے مخاطب وہ لوگ تھے جو علم و حکمت سے بالکل ناآشنا تھے۔ اختلافِ الوان کو اللہ کی قدرت و حکمت کی نشانی قرار دیا۔ اور فرمایا کہ اس میں صاحبانِ عقل و فکر کے لئے بڑے بڑے اسرار و بصائر ہیں۔ آج علم الحیوان اور علم الحیات کی تحقیقات اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور انسان نے صدیوں کی تحقیق و تفتیش کے بعد چند مصالح کا سراغ لگایا ہے۔ یہ خدا کے کاموں کی انسانی تحقیق ہے اور وہ خدا کے کلمات کا مجموعہ ہے۔ پھر کیا یہ اسی کا قول نہیں جس کے "فعل" کے اسرار و مقاصد کی تحقیقات کی جا رہی ہے؟

"لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ" ——— "وَلَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ"۔

عن عبداللہ بن عمر۔ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَۃُ

عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِیْمَا اَحَبَّ وَکَرِہَ مَالَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَۃٍ

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ساتھ

امریکہ و کناڈا میں ایک "چلّہ"

از: قاضی عبدالقادر (رفیق تنظیمِ اسلامی)

(تیسری اور آخری قسط)

پھر ٹورنٹو ۲۲ ستمبر کو بدھ کے دن صبح نو بجے تنظیم کے ہمارے رفیق سید جعفر صاحب کے مکان پر ڈاکٹر صاحب نے ان حضرات کو دعوت دی تھی جو تنظیم اسلامی کی دعوت کو مزید سمجھنا چاہتے ہوں اور اس سلسلہ میں عملاً کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ آج صبح ہی سے موسم خراب تھا، بارش ہو رہی تھی لیکن اس کے باوجود بارہ حضرات تشریف لائے جن میں دو حضرات پہلے سے تنظیم کے رفیق تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے کام کے سلسلہ میں تفصیل سے روشنی ڈالی۔ حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ ان کی الجھنیں رفع کیں۔ توضیح طلب امور کی وضاحت کی۔ چنانچہ دس میں سے چھ حضرات نے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور تنظیم میں شامل ہوگئے۔ دعا کے بعد یہ محفل برخاست ہوئی۔ اس محفل میں انجمن خدام القرآن ٹورنٹو کے نامزد صدر ظفر حسین خان صاحب موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہ بعد میں بیعت کریں گے۔

ظہرانہ ہمارا ظفر حسین خان صاحب کے گھر تھا۔ اجتماع کے بعد وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ وہاں ان کے دوسرے احباب بھی آئے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر ظفر حسین خان صاحب بمع اپنی اہلیہ کے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے تنظیم میں شامل ہوگئے۔ ایک اور خاتون بھی وہاں آئی ہوئی تھیں جو انجمن خدام القرآن ٹورنٹو کے حلقۂ محسنین میں پہلے سے شامل تھیں۔ ان کے شوہر CANADIAN ہیں۔ موصوفہ بھی ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے تنظیم اسلامی میں شامل ہوگئیں۔ ظفر حسین خان صاحب کا تعلق دہلی کے مشہور حکیم خاندان سے ہے۔ اور ان کی اہلیہ کا تعلق مولوی خاندان سے ہے۔ یہاں پر کاروبار کر رہے ہیں۔ جناب اشرف صبوحی صاحب کے بھانجے ہوتے ہیں۔ اپنے بیٹے کو برطانیہ کے ایک مدرسہ

میں قرآن حکیم حفظ کرنے کے لئے داخل کیا ہوا ہے۔ ٹورنٹو میں تنظیم اسلامی کے رفقاء کی تعداد پانچ تھی جن میں سے ایک صاحب سعودی عرب منتقل ہو گئے۔ دس حضرات (جن میں دو خواتین شامل ہیں) ہمارے اس دورہ کے دوران رفیق بنے۔ اس طرح اب وہاں پہ رفقاء کی تعداد چودہ ہو گئی۔

شام کو ساڑھے تین بجے ڈاکٹر صاحب نے یونیورسٹی آف ٹورنٹو میں مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (MSA) کے زیرِ اہتمام انٹرنیشنل اسٹوڈنٹس سنٹر "MUSLIM RENAISSANCE" کے موضوع پر انگریزی میں تقریر فرمائی۔ ہال میں ہندو پاک کے علاوہ دیگر مسلم ممالک کے طلباء و اساتذہ کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ڈاکٹر صاحب کی تقریر نہایت توجہ سے سنی گئی۔ بعد میں سوالات و جوابات ہوئے۔ چائے کا دور چلا اور وہیں پر نماز عصر ادا کی گئی۔ اس اجتماع کے سلسلہ میں MSA کی جانب سے خوبصورت چھپا ہوا ایک بڑے سائز کا ہینڈبل بھی تقسیم کیا گیا۔

یونیورسٹی سے ہم ظفر حسین خان صاحب کے ساتھ ائیرپورٹ روانہ ہو گئے۔ آٹھ بجے امریکن ائیر لائنز کی فلائٹ پکڑی اور سوا نو بجے شکاگو پہنچ گئے۔ شکاگو کا وقت ٹورنٹو سے ایک گھنٹہ پیچھے تھا۔ چنانچہ یہاں کی گھڑیوں میں سوا آٹھ بج رہے تھے۔ جہاز اپنے وقت سے کچھ پہلے آ گیا تھا اس لئے اسے خاصی دیر رن وے ہی پر انتظار کرنا پڑا۔ ائیرپورٹ پر ڈاکٹر خورشید ملک صاحب اور عدنان صاحب آئے ہوئے تھے جن کے ساتھ ہم قیام گاہ روانہ ہوئے۔

لاس انجیلز کے دوران قیام ہی محترم ڈاکٹر صاحب کی کمر کے بائیں جانب نیچے کی طرف درد ہوا تھا۔ بوسٹن میں اس درد نے شدت اختیار کر لی۔ ایک رات تو شدید بے چینی میں گذاری۔ نیویارک اور ٹورنٹو میں بھی یہ درد جاری رہا اور ڈاکٹر صاحب اس کے دوران ہی تمام پروگراموں کو نبھاتے رہے۔ اس دوران کسی ڈاکٹر وغیرہ سے مشورہ کا نہ تو موقعہ ہی مل سکا اور نہ ہی ڈاکٹر صاحب نے اس کی زیادہ ضرورت سمجھی۔ انہوں نے صرف یہ کیا کہ مانٹریال اور اوٹاوہ کے پروگرام منسوخ کر کے شکاگو پروگرام سے چند روز قبل ہی واپس آ گئے۔ حالانکہ اس سے مانٹریال اور اوٹاوہ کے احباب کو مایوسی ہوئی۔ اور شاید وقتی طور پر کچھ بددلی بھی ہوئی ہو۔ مانٹریال کے ہمارے مخلص ساتھی بھائی شفیق صاحب تو ڈاکٹر صاحب کی مزاج پرسی کے لئے ٹورنٹو بھی

آئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین!

پھر شکاگو شکاگو پہنچ کر دو تین روز تو ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر خورشید ملک صاحب کے ساتھ اسپتال جاتے رہے جہاں ان کے مختلف TESTS اور ایکس ریز ہوتے رہے۔ ادھر یہ ہوا کہ شکاگو سے واپسی کے بعد عارف میاں کی طبیعت خراب ہوگئی۔ بخار نے آلیا۔ سردی کے ساتھ بخار یعنی ملیریا تھا۔ کئی روز تک بستر پر پڑے رہے۔ دویا کا کیمپ سے واپسی اور لاس انجیلز روانہ ہونے سے قبل یہ خاکسار بھی ملیریا کا شکار ہوچکا تھا چار روز تک تیز بخار رہا۔ نارمل پہ آنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو خدشہ تھا کہ شاید ٹائیفائڈ ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ بخار اتر گیا ——— اب عارف میاں کی باری تھی ——— ملیریا کے بارے میں یہ بتاتا چلوں کہ امریکہ دکناڈا میں اسے بیخ دبُن سے اکھاڑ پھینکا گیا ہے۔ باہر سے آنے والے جو اس کے جراثیم ساتھ لاتے ہیں کبھی کبھار اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔

واپسی میں شکاگو میں ہم چھ دن رہے یعنی ۲۲ سے ۲۸ ستمبر تک۔ ۲۴ ستمبر کو ڈاکٹر خورشید ملک صاحب نے اپنے گھر پر عشائیہ دیا جس میں پرانے لوگوں کے علاوہ علاقہ کے نئے لوگ بھی آئے تھے۔

۲۵ ستمبر بروز سنیچر بعد نمازِ ظہر عابد بنگالی صاحب کے گھر پر ظہرانہ میں شرکت کی۔ اس موقعہ پر تنظیم اسلامی شکاگو کا ایک اجتماع بھی رکھ لیا گیا۔ نئے لوگ جو عرصہ سے تنظیم کے اجتماعات میں شرکت کرتے رہے تھے اور اب باقاعدہ تنظیم میں شمولیت چاہتے تھے وہ بھی اس اجتماع میں مدعو تھے۔ چنانچہ سترہ حضرات (جن میں چھ خواتین بھی شامل تھیں) نے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ یعنی چھ حضرات مع اپنی بیگمات کے شامل ہوئے۔ یہاں پر کوشش یہ ہے کہ تنظیم میں شوہر کے ساتھ بیوی کو بھی شامل کیا جائے تاکہ گاڑی کے دونوں پہیے بغیر رکاوٹ کے دین کے اعلیٰ مقصد کی جانب رواں دواں رہیں۔ شکاگو کی تنظیم میں پہلے سات رفقاء تھے جن میں سے ایک رفیق یعنی بھائی الطاف صاحب نیویارک میں ہیں۔ سترہ نئے حضرات کو شامل کر کے یہاں رفقاء کی تعداد ۲۳ ہوگئی ہے یعنی اب لاہور اور کراچی کے بعد تیسری بڑی تنظیم شکاگو کی ہے۔ شکاگو کی تنظیم کے امیر احمد سلیم صدیقی صاحب تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے درس سے متاثر ہوکر انہوں نے داڑھی رکھی اور

وہ بھی بہت بڑی ۔ ہمارے قمر سعید قریشی صاحب کی طرح ۔جسامت میں بھی انہی کی طرح ہیں اور اقامتِ دین کے لئے محنت بھی انہی کی طرح کرتے ہیں۔اس لئے ہم انہیں شکاگو کے قمر سعید قریشی صاحب کہتے تھے ۔ ان کا پٹرول پمپ کا کاروبار ہے ۔کئی پٹرول پمپ تھے۔ جب تنظیم میں شامل ہوئے تو بنک کے سود سے چھٹکارا پانے اور بینک کا قرضہ واپس کرنے کے لئے دو پٹرول پمپ فروخت کرنے پڑے ۔ اور ایک دو ہی پر گذارہ کرنا پڑا۔ اب ایک طرف تنظیم کے لئے شب و روز محنت اور دوسری طرف کاروبار کا سکڑ کر رہ جانا ——— اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کاروبار کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دے سکے اور نقصانات برداشت کئے۔ چنانچہ امیر محترم نے رفقاء کے مشورہ سے اس سال سلیم صاحب کو امارت سے فارغ کر دیا تاکہ وہ کاروبار کی طرف توجہ دے سکیں اور ان کی جگہ احمد عبد القدیر صاحب کو امیر مقرر فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس موقع پر رفقاء کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی تربیت اور دین کی دعوت کی توسیع کے سلسلہ میں چند ضروری ہدایات دیں اور نصیحتیں فرمائیں ۔

شام کو مسلم کمیونٹی سنٹر میں فنڈ جمع کرنے (FUND RAISING) کے سلسلہ میں اجتماع اور ڈنر تھا جس میں ڈاکٹر صاحب نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی ۔

۲۶ ستمبر کو اتوار کے دن مسلم کمیونٹی سنٹر کے وسیع ہال میں ظہر کی نماز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے " اسلام میں خواتین کا مقام " کے موضوع پر تفصیلی تقریر فرمائی۔ اس کا اعلان پہلے کیا جا چکا تھا۔ مردوں کے علاوہ خواتین کی کثیر تعداد نے اس میں شرکت فرمائی۔

مغرب کے بعد عبد الرحمٰن صاحب کے گھر پر عشائیہ میں شرکت کی ۔عبد الرحمٰن صاحب اور ان کے بھائی کا تعلق کراچی سے ہے۔ یہاں پر امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے دروس سے بہت متاثر ہوئے اور دین کے لئے عملاً کچھ کرنے پر آمادہ ہیں لیکن بعض وجوہات کی بناء پر ابھی تنظیم میں شامل نہیں ہوئے ۔ امید ہے اللہ تعالیٰ جلد ہی ان کے راستے کی رکاوٹیں دور کر کے انہیں اقامت دین کے لئے اجتماعی کوشش کی توفیق عطا فرما دے گا ۔عبد الرحمٰن صاحب نے اپنے احباب کو کھانے پر بلایا ہوا تھا۔ یہاں بھی مختلف مسائل پر دیر تک ڈاکٹر صاحب سے تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ رات کو دیر سے قیام گاہ پر پہنچے تو وہاں علاقہ کے کچھ حضرات آئے ہوئے تھے جو اس علاقہ میں

مسجد کے قیام کے سلسلہ میں بعض مسائل پر دیر تک ڈاکٹر صاحب سے گفتگو کرتے رہے۔

۲۷ ستمبر کو فجر کے بعد ہی احمد عبد القدیر صاحب تشریف لے آئے۔ ساتھ ہی جماعتِ اسلامی ہند کے رکن عرفان احمد خان صاحب بھی آ گئے۔ جن سے مختلف امور پر مفصّل تبادلۂ خیال ہوا۔

صبح دس بجے ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب سے ملنے ان کے مکان پر گئے۔ ڈاکٹر صاحب اور عارف رشید چند روز قبل ایک بار اور جا چکے تھے۔ پہلے بھی امریکہ کے دورہ کے دوران ڈاکٹر صاحب کی فضل الرحمٰن صاحب سے ملاقاتیں ہوتی رہی تھیں۔ کبھی ڈاکٹر صاحب ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور کبھی ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب ڈاکٹر صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لے آئے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب صدر ایوب خان کے دور میں اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے سربراہ کی حیثیت سے متنازعہ شخصیت بن گئے تھے۔ ان کے خیالات پر علماء نے شدید گرفت کی تھی۔ مولانا احتشام الحق صاحب مرحوم خصوصاً ان کے خلاف شمشیر برہنہ تھے۔ اُس وقت علماء اور سیاستدانوں کا ہدف دراصل صدر ایوب تھے۔ ان کو گرانا مقصود تھا۔ لیکن صدر ایوب بھی کم سیاستدان نہ تھے۔ انہوں نے خود ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو قربانی کا بکرا بنایا اور آخرکار ڈاکٹر صاحب کو اس کوچہ سے نکلنا پڑا اور ——— نکلے بھی ایسے کہ ملک ہی کو خیرباد کہہ دیا اور امریکہ میں ڈیرہ جما لیا۔ ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹر فضل الرحمٰن سے کئی گھنٹے گفتگو جاری رہی۔ کئی مسائل زیرِ بحث آئے۔ جن مسائل پر خصوصاً "وحی" کے موضوع پر ڈاکٹر صاحب کو شدید اختلاف تھا وہ بھی زیرِ بحث آیا اور ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ وہ اس موضوع پر ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کے خیالات کے جواب میں ان شاءاللہ "میثاق" میں مضمون لکھیں گے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے اس ارادہ کو سراہا۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب میں جہاں میں نے دیگر خوبیاں پائیں وہاں یہ خوبی بھی کہ اگر دلائل کے ساتھ ان پر ان کی کوئی غلطی واضح کر دی جائے تو انہیں اسے قبول کرنے میں ذرہ برابر تامل نہیں ہوتا۔ بڑے لوگوں کی یہ نشانی ہے۔ ورنہ ہمارے اکثر اہلِ علم کا حال اس کے برعکس ہے۔ اب یہ ہی دیکھئے کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کی میز پر اُن کا لکھا ہوا ایک مقالہ رکھا ہوا تھا، غالباً ٹائپ شدہ تھا۔ یعنی ہر طرح سے تیار جو موصوف کو لاس انجیلز میں کسی کانفرنس میں پڑھنا تھا۔ موصوف نے اس مقالہ کو ڈاکٹر صاحب کو

دکھایا کہ ذرا ایک نظر آپ دیکھیں۔ اب اتنا وقت تو نہ تھا کہ اس طویل مقالہ کو ڈاکٹر صاحب پڑھتے۔ پہلے ہی صفحہ پر ایک سرسری سی نظر ڈالی کہ ایک غلطی واضح ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کو توجہ دلائی کہ ایک آیت سے "شہادت" کا جو مفہوم انہوں نے بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے صحیح مفہوم بیان کیا۔ تھوڑی دیر دونوں علماء میں تبادلۂ خیالات ہوا۔ ہر ایک نے اپنے دلائل پیش کئے۔ آخر کو ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ اور ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی رائے کے مطابق مقالہ میں ترمیم کر لیں گے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو اپنی کچھ کتب بھی ہدیہ کیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی اپنی کچھ کتب موصوف کو پیش کیں۔

دوپہر کا کھانا ڈاکٹر خورشید ملک صاحب کے چھوٹے بھائی سلطان صاحب کے ہاں تھا۔ کھانے میں دیگر چیزوں کے علاوہ دہلی کی مشہور "نہاری" اور پائے تھے اور نہایت لذیذ۔ بھائی جمیل صاحب یاد آ گئے۔ عید الاضحیٰ سے ایک روز قبل ہماری عید ہو گئی۔ دیارِ مغرب میں سری پائے اور وہ بھی اتنے لذیذ کہ بس مزہ ہی تو آ گیا۔ مغرب کے بعد ہماری قیام گاہ پر تنظیمِ اسلامی کے رفقاء کا اجتماع تھا۔ جہاں پر کام کے سلسلہ میں مزید بات چیت ہوئی اور ڈاکٹر صاحب نے ہدایات دیں۔ شہر کو تین اُسروں میں تقسیم کیا گیا۔ جن کے تین ناظمین مقرر ہوئے۔ یعنی بھائی وجیہہ الدین صاحب، بھائی ضیاء الدین ملک صاحب اور بھائی عارف پردیسی صاحب۔ بھائی احمد عبد القدیر صاحب کو تو ڈاکٹر صاحب پہلے ہی شکاگو کے امیرِ تنظیم کی حیثیت سے نامزد فرما چکے تھے۔ اب بھائی محمد علی چوہدری صاحب بحیثیت معتمد یعنی جنرل سیکرٹری اور بھائی عابد بنگالی صاحب ناظم بیت المال کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کی جانب سے ضروری ہدایات اور نصائح اور پھر دعائے خیر کے بعد اجتماع کی یہ کارروائی ختم ہوئی۔

عید الاضحیٰ آج ۲۸ ستمبر ہے اور عید الاضحیٰ ہے۔ عید کا سب سے بڑا اجتماع اس سال شہر کے وسط میں انٹرنیشنل ایمپی تھیٹر (INTERNATIONAL AMPITHEATR) میں منعقد کیا گیا۔ یہ ایک بہت بڑا ہال ہے۔ جہاں پر ہزاروں افراد بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ صفوں کے لئے کاغذ

کے تھان بچھا دیئے گئے تھے۔ دراصل یہاں پر امریکہ میں ہر چیز DISPOSABLE ہے جو کاغذ سے بنائی جاتی ہے۔ دعوتوں کے لئے دسترخوان سے لے کر پلیٹیں، گلاس، چمچوں، پیالوں اور تولیہ تک ہر چیز DISPOSABLE ہے۔ یعنی استعمال کے بعد پھینک دی جاتی ہے۔ یہی حال جائے نماز کا تھا۔ کاغذ کے تھان بچھے ہوئے تھے۔ جو ظاہر ہے نماز کے بعد ردی کی نذر ہو جائیں گے۔ نماز ڈاکٹر صاحب نے پڑھائی۔ اور اس کے بعد گرجدار آواز میں انگریزی میں طویل خطبہ دیا۔ جو بہت مؤثر تھا حسب معمول ہمارے احباب نے نہ صرف اس کو ٹیپ کیا بلکہ اس منظر کو فلم کے ذریعہ محفوظ کر لیا۔ شکاگو ٹیلیویژن کی جانب سے بھی لوگ آئے تھے۔ جنہوں نے اس کی فلم بندی کی اور بعد میں شام تک ہر دو ایک گھنٹے کے بعد خبروں کے بلیٹن کے ساتھ اس کی فلم بھی دکھائی گئی۔ جس میں ڈاکٹر صاحب خطبہ دے رہے تھے۔

واپسی برٹش ایئرویز کی آج شام کی فلائٹ میں شکاگو سے لندن تک کیلئے ہماری نشستیں ریزرو تھیں اور لندن سے اسلام آباد کے لئے ۲، اکتوبر کو۔ ہم نے اس کی کوشش کی تھی کہ کسی طرح اگلے روز یعنی کل ۲۹ ستمبر کو لندن سے اسلام آباد کیلئے نشستیں مل جائیں لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد ہم نے سوچا کہ چلو برٹش ایئرویز کے دفتر سے جو قریب ہی تھا ایک بار پھر کوشش کر دیکھیں۔ جا کر معلوم ہوا تو کل کے لئے تین نشستیں مل گئیں۔ دراصل ہم لوگ ڈاکٹر صاحب کی بیماری کی وجہ سے جلد وطن لوٹنا چاہتے تھے۔ لندن میں ہم اپنی آمد کی اطلاع عبدالجلیل ساجد صاحب کو دے چکے تھے اور انہوں نے اپنے احباب سے مل کر وہاں پر ڈاکٹر صاحب کا تین روز کا پروگرام بھی ترتیب دے لیا تھا۔ لیکن اب نشستیں مل جانے کے بعد لندن کا قیام ممکن نہ رہا۔ عبدالجلیل ساجد صاحب کو ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع کر کے معذرت کر لی گئی اور ہم لوگ رات کو ساڑھے آٹھ بجے کی فلائٹ سے شکاگو سے لندن روانہ ہو گئے۔ ایئرپورٹ پر کثیر تعداد میں احباب الوداع کہنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ برٹش ایئرویز کے جمبوجیٹ نے اگلے دن صبح دس بجے (لندن کے مقامی وقت کے مطابق) لندن پہنچا دیا۔ لندن میں کہر تھی اور بوندا باندی جاری تھی۔ ٹرمینل ۳ سے ہم بذریعہ بس ٹرمینل ۳ پہنچے۔ سامان ہم نے شکاگو سے براہ راست راولپنڈی کے لئے بک کرا دیا تھا۔ تین گھنٹے کے بعد یعنی دوپہر ایک بجے ہم برٹش ایئرویز

کے ٹرائی اسٹار (TRI - STAR) کے ذریعہ عازم راولپنڈی ہوئے۔ راستہ میں جہاز دوہا اور ابوظہبی رُکا۔ ابوظہبی میں ہمیں جہاز سے اتر کر ٹرانزٹ لاؤنج میں جانے کی اجازت مل گئی۔ کراچی کی ڈیفنس سوسائٹی کی مسجد کے ہال کی طرح مگر اس سے بہت بڑا ہال تھا۔ جس میں نیچے چاروں طرف دوکانیں تھیں اور اوپر دفاتر۔ درمیان میں فوارے جیسی شکل تھی جو اوپر جاکر ہال میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ ہم نے سوچا یہاں پر نماز باجماعت ادا کر لی جائے کیونکہ طیارہ کے اندر اس کی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہاں نماز کی جگہ کا معلوم کیا گیا لیکن معلوم ہوا کہ ٹرانزٹ لاؤنج کی اتنی بڑی عمارت میں اور تو سب کچھ ہے لیکن نماز کے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں کی گئی ــــــ یہ تھا متحدہ عرب امارات کا سب سے بڑا ہوائی اڈہ ــــ! بہرحال ہم نے ایک صاف سی جگہ پر زمین ہی پر نماز ادا کی ــــ تیرہ گھنٹے کی پرواز کے بعد اگلے دن یعنی ۲۰ ستمبر کی صبح پونے چھ بجے ہمارا طیارہ راولپنڈی کی زمین کو چھو رہا تھا۔ شکاگو سے راولپنڈی تک مسلسل سفر میں جہاز میں ہم نے دو راتیں اور ایک دن گذارا یعنی ۳۶ گھنٹے لیکن ٹائم زون کی تبدیلی کی وجہ سے یہ دو راتیں اور ایک دن ۲۴ گھنٹے میں پوری ہوگئیں ۔ اس دوران سونے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ مسلسل جاگتے ہی رہے۔

راولپنڈی ایئرپورٹ پر جہاز کے رُکنے اور دروازہ کھلنے کے بعد سب سے پہلا مسافر جس نے قدم باہر نکالا وہ یہ خاکسار تھا۔ وطن کی بھینی بھینی خوشبو کی ایک لپٹ آئی اور جسم و جان کو معطر کر گئی ــــــ اپنا وطن پھر اپنا وطن ہے اور یہ وطن میرا وطن اس لئے ہے کہ یہ اسلام کا وطن ہے ورنہ میرا اصل وطن تو اسلام ہے ؏

اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

یہ ملک چونکہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے قائم ہوا ہے۔ اس لئے میرے وطن کی محبت دراصل میرے دین کی محبت کی وجہ سے ہے۔

انجمن خدام القرآن راولپنڈی کے صدر جناب جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالحکیم صاحب ہمارے استقبال کو موجود تھے۔ انہیں لاہور سے بذریعہ فون ہمارے آنے کے پروگرام کا علم ہوگیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اور دین سے تعلق کی محبت انہیں صبح ہی صبح کشاں کشاں ایئرپورٹ کھینچ لائی تھی ــــــ ناشتہ کے لئے اصرار کرنے لگے۔ لیکن ہمیں چونکہ جلد ہی لاہور روانہ ہونا تھا اس لئے معذرت کر لی گئی۔

پی۔ آئی۔ اے کا فوکر طیارہ ہمیں پونے نو بجے لے کر راولپنڈی سے روانہ ہوا اور پونے دس بجے ہم لاہور ائیرپورٹ پر لینڈ کر رہے تھے۔ احباب کثیر تعداد میں ائیرپورٹ پر موجود تھے۔ ۲۰ اگست کو ہم امریکہ پہنچے تھے اور ۲۸ ستمبر کی رات کو وہاں سے روانہ ہوئے۔ اس طرح ہم امریکہ و کناڈا میں چالیس دن یعنی ایک چلّہ کاٹ کر واپس آئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے واپس لاہور آجانے پر احباب خوش تھے کہ اب پھر گرمیٔ محفل کا سامان بنے گا۔ اور ؎

پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش!
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

"اِسلام میں خواتین کا مقام"

کے موضوع پر

ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

ماہنامہ میثاق کے مئی ۸۲ کے شمارے

یعنی اشاعت خصوصی میں ملاحظہ فرمائیں

مزید براں
اسی موضوع پر دیگر اصحابِ علم و دانش کی تحریریں بھی
اس اشاعتِ خصوصی میں شامل ہیں

یہ شمارے دفتر میں محدود تعداد میں موجود ہے
قیمت فی پرچہ (قسم ادنیٰ) -/۶ روپے (قسم اعلیٰ) -/۱۰ روپے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

سورۃ الاسراء ۔ الآیۃ ۸۲

❀❀❀

عطیہ : حاجی محمد سلیم

❀

حاجی شیخ نور الدین اینڈ سنز لمیٹڈ (Exporters)

۳۰۱ ، لنڈا بازار ، لاہور ۔ ۳۰۶۴۶۸ / ۳۰۵۴۶۹

افکار و آراء

(۱)

نظامِ قدرت اور تقاضائے فطرت

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب، السلام علیکم!

ماہنامہ "میثاق" کی مئی ۸۲ء کی اشاعتِ خصوصی میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا مضمون "اسلام میں عورت کا مقام" پڑھ کر ذہن و قلب کو تنویر حاصل ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام میں عورت کا جو مقام اور دائرہ کار مقرر کیا گیا ہے، غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ فطرت اور قدرت کے نزدیک عورت کی مثال شہد کی مکھیوں کی ملکہ کی سی ہے بلکہ چھتہ کی سب سے ممتاز اور فعال رُکن ہے۔ ذاتی طور پر وہ لاکھوں میں سے ایک ہے، سب سے زیادہ Important اور واحد حیثیت کی مالک ہے۔ اس کی دیکھ بھال رہائش اور خوراک کا خاص طور پر سب سے مخصوص اور بہتر انتظام کیا جاتا ہے اور مکھیوں کے نظام میں ملکہ کی حیثیت The single most vital member کی ہے۔ اور ملکہ کے بغیر ان کے سماجی، معاشی، اور معاشرتی نظام کے چلنے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ ان کی بقا کا دار و مدار بھی اس کی کارکردگی پر منحصر ہے۔ لیکن ملکہ ہمیشہ اور دائمی طور اپنی جگہ چھتہ میں قائم اور دائم رہتی ہے۔ وہ شہد جمع کرنے یا دوسرے فرائض یا کاموں کے سرانجام دینے کے لئے باہر سرگرداں نہیں پھرتی۔ اس کا اپنا مخصوص دائرہ کار ہے جو چھتے کے اندر ہی واقع ہے اور وہ باہر سیر سپاٹے یا کام کاج کے لیے پھرنے کی بجائے چھتے کے اندر رہ کر اپنے فرائضِ منصبی بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتی ہے۔ اس کے دل میں مزدور مکھیوں کی طرح نہ باہر نکل کر شہد جمع کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور نہ اس معاملہ میں وہ ان سے رشک یا حسد کرتی ہے۔ وہ بیرونی دنیا کی تگ و دو سے قطعاً بے نیاز ہو کر تندہی سے اپنے فرائضِ منصبی میں دن رات چوبیس گھنٹے اور تین سو پینسٹھ دن لگی رہتی ہے۔ یہی اس کی دنیا ہے۔ یہی اس کا کام ہے۔ اسی کے لیے اس کی

تخلیق خالقِ کائنات نے کی ہے۔ وہ اسی میں مگن رہتی ہے۔ اسے چھتے کے دوسرے طبقات کے کاموں سے تعرض نہیں۔ نہ وہ اس کے دائرہ کار میں ہیں۔ اور نہ وہ ان میں دخل انداز ہوتی ہے۔ وہ ایک قدم بھی نہیں اُڑتی حالانکہ دوسری مکھیاں روزانہ درجنوں میل اُڑ کر پھول پھول کی سیر کرتی ہیں۔ انہیں چوستی ہیں رس پیتی ہیں اور جمع بھی کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ شہد کی مکھی کا مقام out-door work میں تندہی۔ کاوش۔ ریاضت۔ مشقت اور جانفشانی کے معاملہ میں مخلوق میں ممتاز ترین ہے۔ غالباً اولین ہے اور Organisation or Descipline میں تو وہ اشرف المخلوقات حضرتِ انسان کو بھی میلوں پیچھے چھوڑ گئی ہے۔

شہد کی مکھیوں کے نظام میں جو غالباً مخلوق کا سب سے منظم اور باقاعدہ نظام ہے ہر ایک جنس و طبقہ کے مخصوص فرائض ہیں۔ ان کے اپنے دائرہ کار ہیں یہ فرائض اربوں سال کے Trial & Error کے ذریعہ اس جنس و طبقہ کے افراد کے Temprament طبیعت۔ فطرت۔ عادت۔ خصلت یعنی Characteristics وخصوصیات وغیرہ وغیرہ کے تحت وجود میں آئے ہیں اور بانٹے گئے ہیں۔ Above all ان کے خالق نے ان کے فرائض اپنی دانشِ حقیقی کے ذریعہ تخلیق کے وقت ان کی فطرت میں سمو دیئے ہیں۔ ایک جنس یا ایک طبقہ دوسرے کے فرائض منصبی پر نہ ڈاکہ ڈالتا ہے اور نہ عداوت بغض، حسد یا جلن یا رشک محسوس کرتا ہے جس کو خالق نے جس کام کے لیے موزوں بنایا ہے وہ اپنے اسی دائرے میں تندہی، امانت، دیانت، خوش اسلوبی اور مستعدی سے کام میں مصروف رہتا ہے۔ جنسوں یا طبقوں کے درمیان کسی قسم کا کوئی Friction نہیں ہے۔ ایک طبقہ یا ایک رکن دوسرے کے فرائض یا حقوق غصب کرنے کی کوشش میں اپنی قوتوں کو ضائع نہیں کرتا اور نہ Frustrations کا شکار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے شہد کی مکھیوں کا عائلی۔ سماجی۔ معاشی اور معاشرتی نظام کرۂ ارض پر سب سے زیادہ Efficiently and Smooth running organisation ہے۔ یہ نظام اربوں سال سے اسی طرح چل رہا ہے اور غالباً تا قیامت

چلتا رہے گا۔

کاش یہ حضرتِ انسان جو اپنے آپ کو اتنا بلند و برتر سمجھتا ہے ــــ بمصداق "ہے وہ خود بین کہ خدا کا بھی قائل نہ ہُوا" اور خاص طور پر اس کے گھرانے کی ملکہ مولی الطم یزل کی اس بظاہر ادنیٰ اور حقیر سی مخلوق سے سبق حاصل کر سکے۔ آمین۔ ثم آمین۔ وما توفیقی الاّ باللہ۔

(میجر اے کیو شاہ ۔ الحبیب ٹرسٹ لاہور چھاؤنی)

ــــــ (۲) ــــــ

مکرمی و محترمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم!

اللہ ربّ العزت نے واقعی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو اپنے فضلِ خاص سے فہمِ قرآن ودیعت فرمایا ہے اور موصوف کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کے معروضی مطالعے اور اس سے صحیح رہنمائی اخذ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت ۲۱ کی روشنی میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے جس طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس میں ہم مسلمانوں کے لیے اشد ضروری راہنمائی موجود ہے۔ شاید ہی کسی سیرت نگار نے نبیٔ خاتم اور آخرِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے اس پہلو کو اُجاگر کیا ہو کہ آں حضورؐ نے دعوتِ توحید، پیغامِ ربّانی اور اقامتِ دین کا فرضِ منصبی انقلابی طرز کی جدّ و جہد فرما کر خالص انسانی سطح پر مصائب و مشکلات جھیل کر بنفسِ نفیس صرف ۲۳ سال کی قلیل مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا ہو۔

ڈاکٹر صاحب کا خطاب بعنوان "ہماری دینی ذمہ داریاں ــ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں"، شائع شدہ میثاق شمارہ نومبر ۱۹۸۲ء واقعتہً انتہائی مؤثر اور فکر انگیز ہے۔ اس کے مطالعے سے مسلمانوں کے دل میں حرارتِ ایمانی اور جوشِ عمل پیدا ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس خطاب کو پاکستان کے گوشے گوشے میں پھیلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جن اہلِ ثروت کو دین سے محبت اور شغف عنایت فرمائی ہے، ان کا فرض ہے کہ وہ اس خطاب کو اپنے طور پر طبع کرا کے ہر پڑھے لکھے مسلمان کو پہنچانے کی کوشش کریں۔ حقیقتاً ڈاکٹر صاحب کا یہ خطاب منصب

رسالت اور اسوۂ حسنہ کا صحیح طور فہم پیدا کرنے اور لوگوں میں عمل کے لیے جوش و ولولہ اُجاگر کرنے نیز اسلام کی انقلابی دعوت کا شعور پیدا کرنے کے سلسلے میں انشاء اللہ نہایت مفید ثابت ہو گا۔

والسلام نیاز کیش حبیب الرحمٰن۔ رتن تالاب۔ کراچی

———(۳)———

ملک کے موقر روزنامۂ جسارت" کراچی کا ایک تبصرہ۔

فہم قرآن - مارچ

رات نو بجکر دس منٹ پر پیش کیا جانے والا پروگرام "فہم قرآن" نشریات میں خرابی کا شکار رہا۔ مقرر ... تھے اور پروڈیوسر آصف قاضی۔ بحث کا موضوع سورۂ توبہ کی چند آیات تھیں لیکن انداز پھیکا اور غیر متاثر کن تھا۔ "فہم قرآن" ڈاکٹر اسرار والے مقبول ترین پروگرام" الہدیٰ" کا چربہ ہے لیکن اس کو وہ مقبولیت اور اثر اندازی حاصل نہیں ہے جو مرحوم" الہدیٰ" کو تھی۔ لہٰذا قابل مبارکباد ہیں ٹی وی کے وہ اربابِ اقتدار جن کی دلی خواہش تھی کہ اب ٹی وی اسٹیشن پر خواتین کے مظاہرے کی نوبت نہ آئے۔ ان کی تمنا یقیناً پوری ہو چکی ہے۔

(ماخوذ اشاعت ۴ دسمبر ۸۲ء از ٹی وی تبصرہ)

موقر روز نامۂ جسارت" کراچی۔ موقر روز نامۂ "الفلاح" پشاور نیز بعض دیگر جرائد بھی فہم قرآن کے اکثر پروگراموں پر اسی نوع کا اظہارِ خیال کر چکے ہیں اور الہدیٰ کی افادیت اور اس کی تاثیر کے پیشِ نظر اس کی تجدید کے لیے ٹی وی کے اربابِ اختیار کو متوجہ کرا چکے ہیں۔ روز نامۂ جسارت" میں اس سے قبل بھی اس قسم کی رائے کا اظہار ہو چکا ہے۔ (ادارہ)

★★★

ماہنامہ حکمت قرآن لاہور
کا اگست ۱۹۸۲ء کا شمارہ

دعوت رجوع الی القرآن
کا منظر و پس منظر

کے موضوع پر
ڈاکٹر اسرار احمد
کے چار مضامین پر مشتمل ہے
اور اپنے موضوع پر
ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے
دفتر میں محدود تعداد میں موجود ہے
قیمت فی پرچہ/۴ روپے (محصول ڈاک علاوہ)
ملنے کا پتہ: مکتبہ

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
۳۶ - کے ، ماڈل ٹاؤن - لاہور

THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE ARE THE REGISTERED TRADE-MARKS WHICH IDENTIFY THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.

paragon

تبصرۂ کتب

شرح تلمیحات و مشکلاتِ اکبر

مولفہ : پروفیسر یوسف سلیم چشتی
شائع کردہ: عشرت پبلشنگ ہاؤس، ہسپتال روڈ، لاہور
سائز : ۱۸×۲۲/۸ ، صفحات ۴۲۴ ، قیمت : ۲۰ روپے

اکبر الہ آبادی کا نام عام اردو دان طبقے میں غیر معروف نہیں - تاہم اکبر کے جاننے والوں، میں سے بھی اکثر اُنہیں محض ایک ظریف شاعر کی حیثیت سے جانتے ہیں - برجستگی اور شگفتگی و ظرافت یقیناً اکبر کے نمایاں اوصاف ہیں لیکن اُن کے کلام کا اگر بحیثیت مجموعی مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محض ایک ظریف شاعر ہی نہیں تھے بلکہ ایک فلسفی و حکیم اور صوفی و عارف بھی تھے چنانچہ اُن کی ظرافت بھی عمق و گہرائی لئے ہوتے ہے اور اپنی شگفتہ بیانی ہی میں وہ بہت فکر انگیز باتیں کہہ جاتے ہیں - اور اس طرح اُن کے اکثر ظریفانہ اشعار بھی ہمیں کسی نہ کسی پیغام کے حامل نظر آتے ہیں -

گو اکبر کے کلام میں وہ غالب کی سی مشکل پسندی، نہیں ہے جس نے خود اپنے کلام کے بارے میں کہا تھا کہ ؎

آگہی دامِ شنیدن جسقدر چاہے بچھائے مدّعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

تاہم اکبر کے وہ اشعار جو فلسفیانہ گہرائی اور عارفانہ گیرائی لئے ہوتے ہیں، ان کا سمجھنا آسان نہیں - اسی طرح اُن کے کلام کی تلمیحات کا فہم ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں - اسی لئے اکبر نے کہا تھا ؎

نغماتِ سازِ اکبر کی لے کو کون سمجھے ماہر نہیں ہم میں اِس تال اور سُر کے

زیرِ تبصرہ کتاب کے مولف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں - اقبال کے فارسی کلام کے شارحین میں موصوف کا نام سرِفہرست ہے - اقبال کے مرشدِ معنوی یعنی اکبر سے چشتی صاحب کو ایک خاص نسبت حاصل ہے - اس نسبت کی تفصیل اسی کتاب کے دیباچے میں وضاحت سے موجود ہے - مختصراً اتنا کہہ دینا کافی

ہے کہ صرف سلیم چشتی ہی اکبر کے کلام میں وارد شدہ تلمیحات کی شرح کر سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکبر کے انتقال کو ساٹھ برس بیت چکے ہیں لیکن آج تک اس موضوع پر سوائے چشتی صاحب کے کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔ کلامِ اکبر کی تلمیحات کو سمجھنا کس قدر مشکل ہے اس کے لئے بطورِ نمونہ ایک شعر پیش خدمت ہے۔

یا امی ٹیشن کے بدلے چائے، دودھ اور کھانڈ لے
یا ایجی ٹیشن کے بدلے تو چلا جا مانڈلے

اس میں اشارہ ہے مشہور سیاسی لیڈر لالہ لاجپت رائے (متوفی ۱۹۲۸ء) کی نظر بندی کی طرف جنہوں نے انگریزوں کے خلاف ۱۹۰۸ء میں سب سے پہلے باغیانہ تقاریر کی تھیں چنانچہ انہوں نے فوراً اُسے مانڈلے (برما کا مشہور شہر) چلتا کیا۔

"شرحِ تلمیحات و مشکلاتِ اکبر" میں تلمیحات کی تشریح کے ساتھ ساتھ کلامِ اکبر کے اکثر مشکل اشعار کی شرح بھی بہت ہی آسان فہم اور خوبصورت انداز میں کی گئی ہے اور یقیناً یہ کتاب طلبہ اور علم دوست حضرات کے لئے کلامِ اکبر سے تعارف حاصل کرنے کا ایک بہتر ذریعہ اور اس کے فہم کے حصول کے لئے ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔ چشتی صاحب نے کتاب کے دیباچے میں اس بات کا یقین دلایا ہے کہ اکبر کے کلام میں دل و دماغ دونوں کی تربیت اور آبیاری کا سامان وافر مقدار میں موجود ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں جو چار اشعار انہوں نے پیش کئے ہیں وہ واقعتاً ان کے دعوے کی صداقت کا ثبوت بھی ہیں اور پیش کئے جانے کے قابل بھی۔ ملاحظہ ہوں۔

تو وضع پہ اپنی قائم رہ، فطرت کی مگر تحقیر نہ کر
دے پائے نظر کو آزادی خود بینی کو زنجیر نہ کر
گو تیرا عمل محدود سے ہے اور اپنی ہی حد مقصود سے ہے
رکھ ذہن کو ساتھی فطرت کا بند اس پہ درِ تاثیر نہ کر
باطن میں اُبھر کر ضبطِ فغاں، لے اپنی نظر سے کارِ زباں
دل جوش میں لا، فریاد نہ کر، تاثیر دکھا، تقریر نہ کر
تو خاک میں مل، اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پہ بنیاد نہ رکھ، تعمیر نہ کر

میثاق کی ایجنسی

حاصل کر کے اس کی توسیعِ اشاعت میں ہاتھ بٹائیے

• **میثاق** ' عام معنوں میں صرف ایک رسالہ نہیں بلکہ 'دعوتِ رجوع الی القرآن ' کی تحریک ہے جس کے ساتھ تعاون کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ آپ 'میثاق ' کی ایجنسی قبول فرمائیں۔

• ' ایجنسی ' اپنے عام مفہوم کے اعتبار سے کاروباری لوگوں کی دلچسپی کی چیز سمجھی جانے لگی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ایجنسی کا طریقہ دورِ جدید کا ایک مفید عطیہ ہے جس کو کسی فکر کی اشاعت کیلئے کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے

تجربہ یہ ہے کہ بیک وقت سال بھر کا زرِ تعاون روانہ کرنا لوگوں کے لئے مشکل ہوتا ہے مگر پرچہ سامنے موجود ہو تو ہر مہینہ ایک پرچہ کی قیمت دیکر وہ بآسانی اس کو خرید لیتے ہیں ایجنسی کا طریقہ اسی امکان کو استعمال کرنے کی ایک کامیاب تدبیر ہے "میثاق" کی تعمیری اور اصلاحی آواز کو پھیلانے کی بہترین صورت یہ ہے کہ جگہ جگہ اس کی ایجنسی قائم کی جائے۔

ٹیلی ویژن کے پروگرام "الھُدیٰ" کے ذریعے

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب قرآن حکیم کی دعوت کو جس وسیع پیمانہ پر پھیلا رہے ہیں۔ اس کے ہمہ گیر اثرات پاکستان کے شہروں ہی میں نہیں قصبات اور دیہات تک پہنچ رہے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ "میثاق" کے ذریعہ اس دعوت کو مزید عام کیا جائے اور عوام الناس کو بندگیٔ رب، شہادت علی الناس اور اقامتِ دین کے فرائض یاد دلا کر انہیں اجتماعی طور پر ادا کرنے کی تحریک برپا کی جائے۔ اس سلسلہ میں ہم اپنے تمام ہمدردوں اور کرم فرماؤں سے گذارش کریں گے کہ اپنے شہروں میں "میثاق" کی ایجنسی کا اہتمام فرمائیں بلکہ مزید تعاون یہ ہو گا کہ ہمارا ہر ہمدرد اور رفیق اس کی ایجنسی لیکر اس کارِ خیر میں معاون بن جائے۔

ایجنسی کی شرائط

- ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں پر دی جاتی ہے۔
- کمیشن ۳۳ فی صد دیا جاتا ہے۔
- پیکنگ اور ڈاک کے اخراجات ادارہ کے ذمہ ہوتے ہیں۔
- مطلوبہ پرچے کمیشن وضع کر کے بذریعہ وی۔ پی۔ روانہ کئے جاتے ہیں۔
- خریدے ہوئے پرچے واپس نہیں لئے جاتے۔

منیجر 'میثاق'

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

ٹھیکیدار حضرات

متوجہ ہوں ـــ !

نسٹرکشن اور مائننگ سے متعلق جملہ مشینری کے لیے ہم سے رجوع کریں

HONDA GENERATORS	ہنڈا جنریٹر
MIXER MACHINES	مکسر مشین
FLOOR GRINDING MACHINES	لور گرائنڈنگ مشین
WATER PUMP	واٹر پمپ
VIBRATORS	وائبریٹرز
AIR COMPRESSORS	یر کمپریشر

AND ALL KIND OF MINING MACHINERY

اور ہر قسم کی مائننگ مشینری

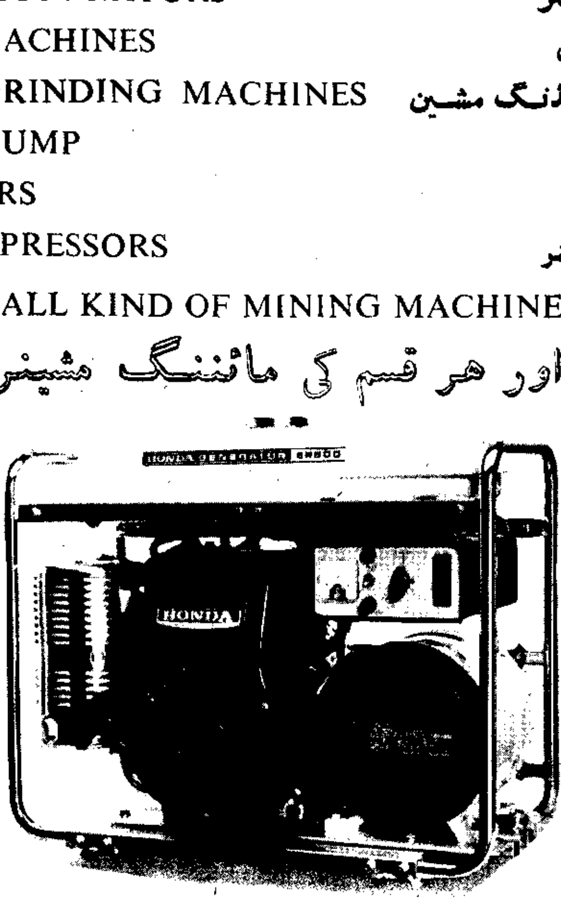

البدر مشینری اسٹور

ارڈی ٹرسٹ بلڈنگ ، 42- تھورنٹن روڈ ، لاہور

فون : 55445

آپ کو پریسٹرلیسڈ کنکریٹ کے معیاری

گارڈر، بلے اور سلیب وغیرہ

درکار ہوں تو وہاں تشریف لے جائیے جہاں

اظہار لمیٹڈ کی تیار چھتیں

کا بورڈ نظر آئے

صدر دفتر : ۶ - کوثر روڈ۔ اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور

فون:- ۶۹۵۲۲ ۶۱۵۱۴

پچیسواں کیلومیٹر۔ لاہور شیخوپورہ روڈ

جی۔ٹی روڈ کھٹالہ (نزد ریلوے پھاٹک) گجرات

انڈس ہائی وے۔ مختار آباد۔ نزد راجن پور (ڈیرہ غازیخان ڈویژن)،

فیروزپور روڈ۔ نزد جامعہ اشرفیہ۔ لاہور۔ فون:- ۴۱۳۵۶۹

شیخوپورہ روڈ۔ نزد نیشنل ہوزری فیصل آباد۔ فون:- ۵۰۶۲۶

جی۔ٹی روڈ۔ مریدکے

جی۔ٹی روڈ۔ سرائے عالمگیر

جی۔ٹی روڈ۔ سواں کیمپ۔ راولپنڈی۔ فون:- ۶۸۱۲۷

جاری کردہ: **مختار سنز گروپ آف کمپنیز**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رلیفریجریٹرز، ایئرکنڈیشنرز اور فریزرز میں سب سے بہتر

سانیو

SANYO

خریدیئے

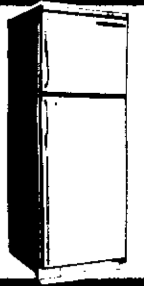

نوفراسٹ ریفریجریٹرز

اب پاکستان میں تیار/ اسمبل کئے جاتے ہیں

۱۰ مختلف سائزیں۔ دلکش رنگوں میں حفاظتی تالے کے ساتھ۔ اشیاء کے ذخیرہ کرنے کی زیادہ گنجائش۔ بازار جانے کی کم زحمت۔ مکمل کارکردگی۔ آزمودہ ریفریجریٹرز بڑے قد و قامت کے ۳ دروازے والے فیملی ماڈلز سے لیکر مجرد اشخاص کے لئے چھوٹے ماڈلز تک دستیاب

بے آواز

رُوم ایئرکنڈیشنرز

گرمیوں میں سرد، سردیوں میں گرم ہوا
گنجائش ۱½ ٹن (۱۸،۰۰۰ بی ٹی یو/ ایچ)
پاکستان میں تیار/ اسمبل کردہ
ٹھنڈا کرنے کی زیادہ صلاحیت بجلی کا کم خرچ
بہتر کارکردگی کیلئے آٹو ڈیفلیکٹر سے آراستہ
براؤن ٹیک میں فنش کی ہوئی جالی۔

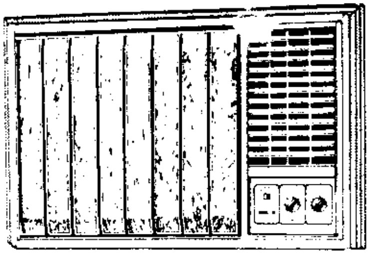

اِسپلٹ ٹائپ ایئرکنڈیشنرز

نیا روٹری کمپریسر آواز، ارتعاش اور بجلی کا خرچ کم کرنے کیلئے۔
دیوار پر نصب کیا جانیوالا ڈیزائن کمرے میں قدرتی سہولت مہیا کرتا ہے
۲۴ گھنٹے کا وقتی سوئچ۔
آئی سی تھرموسٹیٹ صحیح ٹمپریچر برقرار رکھنے کے لئے
۳۔ اسپیڈ فین آپریشن سیکشن

دیوار، فرش اور سیلنگ میں نصب کئے جانے کے قابل
ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت ۱۵۰۰۰ تا ۳۵۷۰۰ بی ٹی یو

کرم فرما خصوصی توجہ فرمائیں:
مذکورہ مصنوعات خریدتے وقت ورلڈ وائیڈ کمپنی کی جاری کردہ پانچ سالہ گارنٹی ضرور حاصل کریں تاکہ سروس بعد از فروخت کی مفت سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

پاکستان میں سانیو کی تمام مصنوعات کے سول ایجنٹس:

ورلڈ وائیڈ ٹریڈنگ کمپنی

سانیو سینٹر شوروم اور سروس سینٹر، گارڈن روڈ۔ صدر کراچی
فون: ۷۲۳۶۴ ـ ۷۳۷۴۹ ـ ۷۳۷۰۰
پاکستان کیبل: WORLDBEST ٹیلکس 25109 WWTCO PK

786 WW-67/82

Regd. L. No. 7360

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol. 32 JANUARY 1983 No. 1

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں۔ ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

گیس بچا کر
قومی معیشت کو
مستحکم بنائیے

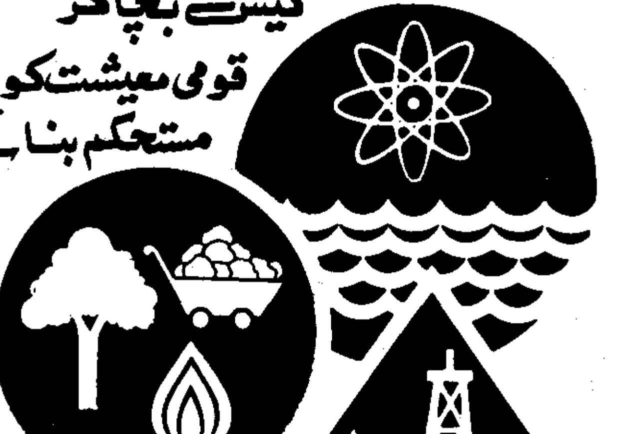

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے۔ توانائی کی ضروریات کثیر زرِ مبادلہ صرف کر کے پوری کی جاتی ہیں۔ ہماری صنعت، تجارت، زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان اہم شعبوں کے فروغ میں کام آئے گی۔

قدرتی گیس بہت زیادہ
قیمتی ہے۔
اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

SUI NORTHERN

SNGPL 4/80

paragon